در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی، یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ یادگارِ حضرت ابوالبرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

پندرہ روزہ

الحسن پشاور

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین قادری گیلانی

شمارہ نمبر ۱۵۵-۱۵۶ جلد نمبر ۱۳

یکم تا ۳۱ مئی ۱۹۹۹ ذی الحجہ / محرم ۱۴۱۹-۲۰ھ

مدیر اعلیٰ: فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے طبع کرا کے کوہاٹ پشاور سے شائع کیا

عظمتِ امام عالی مقام علیہ السلام

پور خیر النساء ، پرتو مرتضےٰ — سید کربلا ، شاہ ہر دو سرا
سارے عالم میں گونجی ہے نوری صدا — نور چشم رسالت کی کیا بات ہے
نوجوانان جنت کا سردار ہے — شاہ عالم محمد کی تلوار ہے
جس نے خوں دے کے اسلام زندہ کیا — اس کے شوق شہادت کی کیا بات ہے

حضرت علامہ سید خضر حسین چشتی مدظلہ العالی

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عنوان	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	شذرہ		۳
۲	نعت شریف	پروفیسر مرتضےٰ سید	۵
۳	تفسیر القرآن الحسنیہ	مُدیرِ اعلیٰ	۶
۴	انوارِ علی کرم اللہ وجہہُ الکریم	مُدیرِ اعلیٰ	۱۲
۵	سلام حضور شہیدانِ کربلا	قاضی عبد الصمد صارمؔ	۱۹
۶	اخلاقِ اسلامی	سید حامد حسن بلگرامی	۲۰
۷	شہہ لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم	صُوفی مشتاق احمد صدیقی	۲۷
۸	قافلہ سالارِ کربلا کے حضور	سیّد احمد ناصر گیلانی	۳۷
۹	سید الشہداء علیہ السّلام	سیّد خورشید شاہد القادری	۳۸
۱۰	اقبال حضورِ امام عالی مقام	سیّد محمّد انور شاہ قادری	۵۰
۱۱	استفتاء (تولیتِ مسجد و گنبدِ مزارات)	مُفتی خلیل الرحمان	۵۷
۱۲	تسبیحِ فاطمہ سلام اللہ تعالےٰ علیہا	جاوید حسن قادری	۶۳

شذرہ

آہ! سید غلام مُصطفیٰ شاہ صاحب نقشبندی ہزاروی قدس سرہ

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مُدیرِ اعلیٰ

حضرت شیخ المشائخ ، عالمِ اجل ، صوفیٔ باصفا ، سید غُلام مصطفیٰ شاہ صاحب نقشبندی ہزاروی المعروف پیر صاحب آف طوری شریف کی وفاتِ حسرت آیات کی روح فرسا خبر خرمنِ صبر و قرار کے لئے ایک برقِ ناگاہی ثابت ہوئی اور جسم و جاں کو اس اندوہناک صدمے سے نڈھال کر دیا

حیف در چشمِ زدن صحبتِ یار آخر شُد

آنجناب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہزارہ میں علم و فضل اور شریعت و طریقت کا ایک مینارۂ نُور تھے جس کی نُورانی شعاؤں سے سرزمینِ ہزارہ مُنور ہو رہی تھی ۔ آپ کا انتقال اس تمام علاقے کے لئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے ۔ اہلِ ہزارہ ایک حق گو عالم ، باکمال مُرشد اور ایک مخلص و ہمدرد انسانِ کامل اور فیوض و برکات سے محروم ہو گئے ہیں اور جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پُر ہونا اس قحط الرجال کے دور میں بڑا مشکل نظر آ رہا ہے۔

شاہ صاحب آلِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم و اولادِ علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم کے شرف سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ نبوی و علوی علوم و معارف اور اخلاقِ عالیہ کے وارث و امین بھی تھے۔ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت خواجۂ خواجگان ، پیر طریقت خواجہ پیر قاسم صاحب موہڑہ شریف (مری) سے بیعت و اجازت رکھتے تھے ۔ اپنے مُرشدِ ارشدؔ اور اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ذکر و فکر ، عبادت و ریاضت ، خدمتِ خلق اور تزکیۂ نفوس و تصفیۂ قلوب کا مقدس فریضہ انجام دیتے ہوئے ۷۱ برس کی عمر میں خالقِ حقیقی سے جا ملے ۔

مرحوم گوناگوں صفات کے حامل تھے جن میں عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصف نہایت ہی نمایاں ہے ۔ حُبِ رسُول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی رگوں میں کُوٹ کُوٹ کر بھرا ہوا تھا اور اُلفتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو عام کرنے میں ہی آپ کی تمام زندگی بسر ہوئی ۔ اس مقصد کے لئے آپ نے ہزارہ کے گاؤں گاؤں ، شہر شہر اور قریہ قریہ

میں محافل میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا سلسلہ شروع فرمایا اور ہزارہ کے دل یعنی ایبٹ آباد میں عید میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلوس کا آغاز بھی آپ نے ہی فرمایا اور آپ کی شبانہ و روز جدوجہد سے سرزمینِ ہزارہ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو سے معطر ہو گئی۔

آپ نے عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تحریک میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا اور ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تحفظ کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے انصاف و قانون کے پاسداروں کی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف مبذول فرما کر ملتِ اسلامیہ پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ آپ کی یہ گراں قدر خدمات تاریخ ہزارہ کا ایک درخشاں باب ہے جس سے آنے والی نسلیں بھی رہنمائی حاصل کرتی رہیں گی۔

قبلہ شاہ صاحب علم و فضل کے لحاظ سے بھی یگانہ روزگار تھے۔ مرحوم تقویٰ و طہارت اور ذکر و فکر کے ساتھ ساتھ علم و ادب سے بھی گہرا شغف رکھتے تھے۔ آپ کا نجی کتب خانہ آپ کے اس ذوقِ سلیم کا آئینہ دار ہے جو آپ نے اپنی خانقاہِ عالیہ میرہ مندروچ نواں شہر ایبٹ آباد میں قائم کر رکھا ہے جس میں قرآن و حدیث فقہ و تصوف اور تاریخ و سوانح پر گراں قدر علمی سرمایہ موجود ہے۔ یہاں پر آپ نے رُشد و ہدایت کا ایک بہترین مرکز اور مسجد بھی تعمیر فرمائی جس سے ہزاروں تشنگانِ علم و معرفت سیراب ہوتے ہیں۔

محترم شاہ صاحب کا وصال اپنے خاندان، صاحبزادگان، حلقۂ احباب و عقیدتمندوں کے علاوہ ملک بھر کے اہلِ سادات و اہلِ طریقت کے لئے بھی ایک عظیم صدمہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک، صاحب لولاک، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے ور پسماندگان کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے اور انہیں آنجناب کے فیوض و برکات سے وافر حصّہ مرحمت فرمائے۔

آمین و بجاہ نبی الرؤف الرحیم علیہ التحیۃ و التسلیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

ادارہ الحسن ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نُوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

سیّدنا حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام

تضمین: پروفیسر مرتضیٰ سیّد

إن نِلْتَ يَا رُوحَ الصَّبَا يَوْمًا إلي أرضِ الحَرَم — بَلِّغ سَلَامِي رَوضَةً فِيهَا النَّبِي المُحْتَرَم
جو گذر ہو اے صبا تیرا کسی دن دیار حجاز میں — تو میرا سلام نیاز کہنا حریم بندہ نواز میں

مَن وَجْهُهُ شَمْسُ الضُّحي مَن خَدُّهُ بَدْرُ الدُّجي — مَن ذَاتُهُ نُورُ الهُدَيٰ مَن كَفُّهُ بَحرُ الهِمَمِ
وہی جن کے روئے منیر پر کسی مہر و مہ کا گماں ہے — تو ہم کا اک یم بیکراں ہے کرم کے دستِ دراز میں

قُرْآنُهُ بُرْهَانُنَا فَسخًا لِأَدْيَانٍ مَضَت — إذ جَاءَنَا أحكَامُهُ كُلَّ الصُّحُفْ صَارَ العدم
ہوئے مسخ عہدِ کہن کے دین، وہ جو لائے قرآن مبیں — دلیل روشن و آخریں کہ ہے دین حق کے جواز میں

أكْبَادُنَا مَجْرُوحَةٌ مِن سَيفِ هِجرِ المُصطَفٰي — طُوبيٰ لِأَهلِ بَلْدَةٍ فِيهَا النَّبِيُّ المُحْتَشَم
رہے ساکنانِ حرم جہاں شہِ دو جہاں کا قیام ہے — بڑا دل فگار ہوں میں یہاں غمِ ہجر سینہ گداز میں

يا مُصطَفٰي يا مُجتَبيٰ إرحَم لَنَا عِصيَانَنَا — مَجْبُورَةٌ أعمَالَنَا طَمعاً وَ ذنباً و الظُّلَم
کرم اے شہِ والا حشم کہ ہیں آج منتظرِ کرم — وہ اسیرِ غم کہ شکستہ پا ہیں گنہ کے دامنِ آز میں

يَا رَحمَةً لِلعَالَمِين أنتَ شَفِيعُ المذنبين — إكرِم لَنَا يَومَ الحَزِين فضلاً وَ جُوداً وَالكَرَم
سرِ حشر آپ کے ہاتھ ہے میرے حشر نشر کی آبرو — کہ کلیدِ رحمت دو جہاں ہے نبی کے دستِ مجاز میں

يا رحمة للعالمين إدرك لزين العابدين
مَحبُوسِ أيدى الظَّالِمِين فِي المَوكَبِ وَالمُزدَحَم
للہ زین العابدیں پہ بھی نگہِ لطفِ حضور ہو
کہ ستم نصیب رہینِ غم ہے عدو کی قیدِ دراز میں

گذشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مُدیرِ اعلیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۸۳) اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۱۸۴) شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (۱۸۵)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر روزے (رکھنے) فرض کئے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں پر فرض کئے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ (۱۸۳) یہ شمار کئے ہوئے چند دن ہیں پس جو شخص تم میں بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو پس (ان قضا روزوں کے بدلے میں دوسرے مہینے میں) دن گن رکھنے ہیں۔ پس بدلہ ہے ایک مسکین کو کھانا کھلانا ان لوگوں پر جو کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ سو جو شخص زیادہ دے دے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر تم روزہ رکھ لو تو یہ تمہارے لئے (بہت) بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو (۱۸۴) رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں قرآن اُتارا گیا (یہ قرآن) لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور رہنمائی کے لئے روشن دلائل اور (حق و باطل) میں امتیاز کرنے والا ہے۔ پس جو شخص تم میں سے اس مہینے کو پائے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس (پُورے) مہینے کے روزے رکھے اور جو بیمار ہو یا مسافر ہو پس وہ دوسرے مہینوں میں ان روزوں کی گنتی کے برابر روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ تم پر آسانی پسند فرماتے ہیں اور تم پر گرانی نہیں چاہتے اور (تمہیں) چاہیئے کہ اِن گنے ہوئے (دنوں) کو پُورا کرو اور اللہ

تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو جیسا کہ تم کو ہدایت کی گئی ہے اور تاکہ تم اس کا حق ادا کر سکو (۱۸۵)

حلِ لغت: صِیَام: روزے کے دن، صَامَ، یَصُوْمُ، صَوْمًا سے ہے جس کے لغوی معنی رُک جانا، ٹھہر جانا اور باز رہنا کے ہیں، شرعی اصطلاح میں صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب یعنی مغرب تک کھانے پینے اور عورت کے ساتھ وظیفۂ حیات کرنے سے باز رہنا روزہ کہلاتا ہے۔ یُطِیْقُوْنَہٗ: جو طاقت نہیں رکھتے شمس الائمہ نے بھی یطیقون کو اَطَاقَۃٌ سے مشتق قرار دیتے ہوئے ہمزہ کو سلبِ مصدر کے لئے قرار دیا ہے (تفسیر احمدی)۔ رَمَضَان: رَمَضٌ سے مشتق ہے جس کے معنی "جلنے اور سوختہ ہونے کے ہیں" صاحبِ "لغات القرآن"[1] نے نقل کیا ہے کہ "اور اس ماہ کو "رمضان" سے یا تو اس لئے موسوم کیا کہ اس ماہ میں بھوک پیاس کی سوزش سے سوختہ ہوتے تھے، یا اس لئے کہ گناہ اس میں جل جاتے ہیں" صاحبِ "تفسیر مظہری" رمضان کی تفصیل میں حدیث نقل کرتے ہیں۔

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم انما سمي رمضان لان رمضان يرمض الذنوب رواه الاصبهاني في الترغيب[2]

(حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان کو رمضان اس واسطے کہتے ہی کہ وہ گناہوں کو رمض کر دیتا ہے یعنی جلا دیتا ہے۔ اس حدیث کو اصبہانی نے ترغیب میں روایت کیا ہے)۔ اَلْفُرْقَان: معجزہ، حق اور باطل میں فرق کرنے والا، سچ اور جھوٹ میں امتیاز، حلال اور حرام کو واضح کرنے والا۔ تُکْمِلُوْا: پورا کرنا مکمل کرنا، تکمیل کرنا، تم پورا کرو، اِکْمَالٌ سے ہے، جمع مذکر حاضر فعل مضارع کا صیغہ ہے۔

تفسیر: گزری ہوئی آیاتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ نے حقوق العباد کو بیان فرمایا اور تقسیم وراثت اور وصیت کے بارے میں نہایت واضح اور مناسب طریقے پر بندوں کی رہنمائی کے لئے اُن کے معاشرتی حقوق کا ذکر کیا۔ اب ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ نے حقوقِ عباد کے ساتھ ساتھ حقوق اللہ کا ذکر بھی فرمایا تاکہ دنیاوی اور دینی زندگی اطاعت وفرماں برداری کی روشنی میں نہایت احسن طریقے پر گزرے اور حقوق العباد اور حقوق اللہ میں توازن اور ربط قائم رہے یعنی جس طرح حقوق العباد کی ادائیگی میں وحیٔ الٰہی کی اطاعت میں ایک مسلمان کی زندگی گذرے اسی طرح حقوق اللہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت وفرماں برداری میں ایک سچے مومن

[1]: لغات القرآن، مولانا عبدالرشید نعمانی، جلد ۳، ص ۱۰۸، مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی۔

[2]: تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ، جلد ۱، ص ۱۹۳، مطبوعہ اشاعۃ العلوم حیدر آباد دکن۔

کی زندگی بسر ہو۔ لہٰذا اس اصلاحِ احوال کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے مندرجہ ذیل احکام بیان فرمائے جس میں ایک مومن کی زندگی، اطاعت و فرماں برداری میں تقویٰ اور صلاحیت کے ساتھ ان حقوق اللہ سے رہنمائی حاصل کرے۔ اس آیۂ کریمہ میں ایک ایسی عبادت اور اطاعت کا ذکر ہے جس میں کسی قسم کے ظاہری عیوب نہیں پائے جاتے یعنی نہ ہی اس میں ریا کاری ہے نہ ہی سُمع ہے، نہ ہی عُجب ہے اور نہ ہی دکھاوا ہے۔ یہ عبادت صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے ہے۔ اسی لئے تو پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ روزہ اللہ جلّ جلالہٗ کے لئے ہے اور وہی اس کی بہترین جزا دے گا۔ یعنی ہر ایک عبادت کا بدلہ اور ثواب ہے مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا بدلہ اور ثواب اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مناسب بلاکیف خود ہی عطا فرماتا ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ جلّ جلالہٗ مومنوں کو حکم فرماتے ہیں کہ جس طرح پہلی اُمتوں پر روزے فرض کئے گئے تھے اسی طرح تم پر بھی فرض کئے جا رہے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ مسلمانوں پر ۲ ہجری میں رمضان المبارک کے روزے فرض کئے گئے تھے اور نیز ارشاد فرمایا کہ ان روزوں کے رکھنے کی صفت اور بزرگی یہ ہے کہ تمہارے دلوں اور وجود میں خشیتِ الٰہی، تقویٰ اور کمال درجہ کی انتہائی اطاعت و فرماں برداری پیدا ہو۔ جس کے ذریعے تمہارے اعمال و اخلاق میں طہارت، پاکیزگی، تواضع، حسنِ کارکردگی اور تمام صفاتِ حسنہ پیدا ہوں۔ تقویٰ تب ہی پیدا ہوگا جب کہ انسان کے قلب و دماغ اور وجود پر اللہ تعالیٰ کی عظمت، کبریائی اور جلالت اتنی غالب آجائے کہ وہ بغیر اس کے حکم و ارشاد کے ذرہ برابر بھی نافرمانی نہ کر سکے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے پُورے برس کے ایّام میں روزوں کے لئے چند گنتی کے دن مقرر فرمائے۔ چنانچہ آگے چل کر بیان فرمایا کہ یہ بارہ مہینوں میں صرف ایک مہینہ ہے جس کا نام رمضان المبارک ہے۔ اس اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال شفقت اور کمال مہربانی سے ان لوگوں کو رمضان المبارک کے روزے رکھنے سے مستثنٰی فرمایا جو کہ بیمار ہوں یا مسافرت میں ہوں اور ان کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ دوسرے مہینوں میں جتنے روزے انہوں نے کھائے ہوں اتنے روزے رکھ لیں تاکہ ان کی قضا ادا ہو جائے۔ اب ایک اور صورت باقی رہ جاتی ہے اور وہ یہ کہ جو شخص اتنا ضعیف ہے کہ آئندہ زندگی میں اسے روزہ رکھنے کی اُمید نہیں یعنی انتہائی کمزور ہے اور بہت بُوڑھا ہے یا کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہے کہ جس سے وہ شفایاب نہیں ہو سکتا یا ایسی عورت ہے جو

کہ بہت ہی زیادہ بوڑھی ہے تو ایسے لوگوں کو جو کہ آنے والی زندگی میں روزہ رکھ سکنے کی اُمید نہیں رکھتے تو جو کچھ وہ کھاتے ہیں وہی ایک مسکین کو روزانہ کھلائیں، یہ ان کے اس روزہ کی قضا ہو جائے گی اور اگر زیادہ مساکین کو کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے تو اس کے لئے اور اس کارِ خیر میں زیادہ ثواب اور بہتری ہے۔ نیز اگر وہ روزہ رکھ سکنے کی طاقت رکھتا ہے تو یہ صُورت بھی اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ روزہ رکھ لے (نہ کہ جان بُوجھ کر روزہ کھاتا رہے)۔ فقہائے کرام کے نزدیک ایک شخص جبکہ تین دن یا اڑتالیس میل سے زیادہ کے سفر کا ارادہ کرتا ہے اور جہاں اس نے پہنچنا ہے وہاں پر پندرہ دن سے کم قیام کی نیت کرتا ہے تو وہ مسافر ہے اور اگر پندرہ دن سے زیادہ قیام کا ارادہ کرتا ہے تو وہ مسافر نہیں ہے۔ چاہیئے کہ جب رمضان میں سفر پر نکلے تو صبح صادق سے پہلے نکلے اور اگر روزہ رکھنے کی حالت میں صبح صادق کے بعد نکلے تو اس دن کا روزہ اس کو افطار کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی مسافر اپنے سفر کے قیام کے دنوں میں ایک مقام پر زیادہ ٹھہرتا ہے چاہے اس کو ایک برس ہی گذر جائے وہ مسافر ہی ہوگا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ جلالہٗ و عمّ نوالہٗ نے رمضان المبارک کے روزے فرض کرنے کے بعد اس آیۂ کریمہ میں رمضان مبارک کے مہینے کی عظمت اور شان بیان کی کہ ہم نے اس رمضان مبارک کے مہینے کو وہ شرف عطا فرمایا جس میں ایسی کتابِ مبین اپنے پیارے محبوب حضرت محمّد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل فرمائی جو کہ بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود، عزت و حرمت، اصلاحِ احوال اور سلطنت اور اُمورِ مملکت، تہذیب و اخلاق وغیرہ وغیرہ کی ہدایت اور رہنمائی سے متعلق ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور انسانی رہنمائی کے لئے واضح، روشن اور کھلے دلائل ہیں جن کا کوئی عقلمند، صاحبِ فہم و فراست اور عالم و فاضل مقنن و مدقق انکار نہیں کر سکتا۔ یہ کتاب مکمل و اکمل طریقے پر اس نظام پر مبنی ہے جس کو نظام عدل کہا جاتا ہے

آں کتاب زندہ قرآنِ حکیم | حکمتِ او لا یزال است و قدیم

نیز وہ ایک ایسی کتاب ہے جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والی، حلال کو حرام سے جُدا کرنے والی اور اپنے دلائل و براہین کے سامنے دوسروں کو عاجز کر دینے والی ہے اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جو ہر وقت ہر زمانے میں انسانوں کی رہنمائی کرتی ہے اور کسی اور کی محتاج نہیں ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں اور جس وقت بھی جس کسی کو رہنمائی یا ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ اسی کی طرف رجوع کرتا ہے یہ ایک نُورِ ہدایت ہے، مشعلِ راہ گم کردہ گان ہے۔ انسان کو

ذلالت و گمراہی سے نکال کر انسان کامل بنانے والی کتاب ہے۔ ایسا انسان جو کہ ساری انسانیت کے لئے امام، پیشوا اور راہبر بن سکے۔ لہٰذا اب حکم دیا جاتا ہے کہ اس مکمل مبارک مہینے کے تمام روزے رکھو۔ جس وقت اس مہینے میں چاند نظر آ جائے یا اسلامی حکومت کا قاضی اعلان کر دے تو طلوعِ صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک روزہ رکھنا فرض ہے یہ مہینہ کبھی تیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی کبھار انتیس دن کا بھی ہوتا ہے لہٰذا جب شوال (عید الفطر) کا چاند نظر آ جائے یا مملکتِ اسلامیہ کا قاضی اعلان کر دے تو رمضان کا مہینہ مکمل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور عید الفطر کا چاند دیکھ کر روزوں کو ختم کر دو۔ نیز اس آیہ کریمہ میں دوبارہ تاکیداً ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں کوئی بیمار ہے، یا مسافر ہے تو وہ رمضان مبارک میں اس رخصت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے جتنے روزے نہیں رکھ سکتا ان تمام دنوں کو حساب کے ساتھ سال کے دوسرے مہینوں میں پُورے کے پُورے شمار کر کے روزے رکھ کر مہینہ کے دن پُورے کر لے۔ نیز یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ روزے ان دنوں میں نہیں رکھنے جن میں روزہ رکھنا شارع علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور وہ ایام عید الفطر یعنی شوال کی پہلی اور ایامِ تشریق کے دن ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جلّ جلالہٗ نے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل اتنی مہربانی اور آسانی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت پر فرما دی اسی لئے تو فرمایا کہ میری مشیتِ ایزدی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت پر احکامِ الٰہی کی اطاعت میں سہولت ہو، آسانی ہو نہ کہ تنگی، سختی، گرانی، دشواری اور بوجھ ہو۔ اس لئے کہ اس کی ذاتِ اقدس عامۂ انسانیت پر بھی کمال درجے کی رؤف و رحیم ہے، جبکہ وہ اللہ جلّ جلالہٗ اپنی مخلوق پر انتہا حد سے زیادہ رحیم و کریم ہے تو مخلوق پر بھی یہ حق ہے کہ اس کی بڑائی، کبریائی اور اور عظمت شان بیان کریں اور اسی طریقے اور ان الفاظ سے کریں جو اس کی عظمت و شان کے مناسب ہوں تاکہ کماحقہٗ اس کا حق ادا ہو جائے اور اس کی ان نعمتوں کے حصول پر شکریہ ادا کر سکیں

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جہاں پر قرآن مجید میں رمضان مبارک کی اتنی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں تو وہاں احادیثِ مبارکہ کی کتابوں کے ابواب بھرے پڑے ہیں۔ چنانچہ جس وقت رمضان المبارک کا مہینہ جلوہ فرما ہونے لگا تو شعبان کے آخری دنوں میں پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابۂ

کو جمع فرمایا اور جمع فرمانے کے بعد ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا

و عن سلمان الفارسي قال خطبنا رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم في اٰخره يوم من شعبان فقال يا ايها الناس قد اظلكم شهر عظيم، شهر مبارك شهر فيه ليلة خير من الف شهر جعل الله صيامه فريضة و قيام ليله تطوعا من تقرب فيه بخصلة من خير كان كمن ادي فريضة فيما سواه و من ادي فريضة فيه كان كمن ادي سبعين فريضة فيما سواه و هو شهر الصبر و الصبر ثوابه الجنة و شهر المواساة و شهر يزاد فيه رزق المومن من فطر فيها صائم كان لهو مغفرة لذنوبه و عتق رقبة من النار و كان لهو مثل اجره من غير ينتقصه من اجره شيي قلنا يا رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم ليس قلنا نجد من انفطر به الصائم فقال رسول الله صلي الله عليه وآله وسلم يعطي الله هذا الثواب من فطره صائم علي مذقة لبنٍ او تمرة او شربة من ماء و من اشبع صائماً سقاه الله من حوضي شربة لا يظماء يدخل الجنة و هو شهر اوله رحمة و اوصطه مغفرة و آحره عتق من النار و من خفف عن مملوكه فيه غفر الله له و اعتقه من النار[۱] .

(حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت ہے اُنہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے شعبان کے آخری دنوں میں ہم سے خطاب فرمایا، پس فرمایا : اے لوگو! تم پر ایک نہایت ہی عظیم مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے ۔ ایسا مہینہ جو بہت برکت والا ہے ۔ اس مہینے میں ایک ایسی رات ہے جس کی عبادت ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزوں کو فرض ٹھہرایا ہے اور اس کی راتوں میں عبادت کرنا باعثِ رحمت ہے ۔ جو شخص تقربِ الٰہی کے لئے اس مہینے میں ایک نفل ادا کرتا ہے تو گویا اس کو اور مہینوں کے علاوہ اس مہینے میں ایک فرض کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے اور جو اس مہینے میں ایک فرض ادا کرتا ہے گویا کہ اس کو اور مہینوں کے علاوہ اس مہینے میں ستر فرض کی ادائیگی کا ثواب ملتا ہے اور یہ مہینے صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ باہم ہمدردی کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے ۔ جو کوئی اس مہینے میں کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے گا تو اس

۱ : مشکوٰۃ شریف، کتاب الصوم، صفحہ ۱۷۳، مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

باقی صفحہ آخر پر

گزشتہ سے پیوستہ

انوارِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم

مُدیرِ اعلیٰ

حدیث نمبر ۱۸۱ / ۱۰ : انبأنا محمد بن العلاء قال حدثنا ابو معوية عن الاعمش عن زيد بن وهب عن علي ابن ابي طالب قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ النَّهَرْوَانِ لَقِيَ الْخَوَارِجَ فَلَمْ يَبْرَحُوا حَتّٰى شَجَرُوا بِالرِّمَاحِ فَقُتِلُوا جَمِيْعًا قَالَ عَلِيٌّ اِطْلُبُوا اِذَا الثُّدَيَةِ فَطَلَبُوْهُ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰي عَنْهُ مَا كَذَبْتُ وَلَا كَذَبْتُ اُطْلُبُوْهُ فَطَلَبُوهُ فَوَجَدُوْهُ فِي وَهْدَةٍ مِنَ الْاَرْضِ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنَ الْقَتْلٰي فَاِذَا رَجُلٌ عَلٰي يَدِهٖ مِثْلَ سُبُلَاتِ السِّنَّوْرِ فَكَبَّرَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰي عَنْهُ وَالنَّاسُ وَاَعْجَبَهُمْ ذَالِكَ۔

ترجمہ : جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب جنگِ نہروان کا دن آیا اور ہم خوارج کے مقابلہ میں آئے پس وہ پیچھے نہ ہٹے یہاں تک کہ تیروں سے چھلنی ہو گئے۔ سو وہ سب کے سب قتل ہو گئے۔ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پستان والے کو ڈھونڈو تو لوگوں نے اس کی تلاش کی مگر اس کی لاش کو نہ پایا تو علی المرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ الکریم) نے فرمایا کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا، تم اس کو تلاش کرو، تو اس کی لاش کو ایک گڑھے میں سے ڈھونڈ نکالا۔ اس کی لاش کے اوپر کئی اور مُردے پڑے ہوئے تھے۔ پس اچانک ایک آدمی تھا کہ جس کے ہاتھ پر بلی کی مونچھوں کی طرح بال تھے تو جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اور تمام لوگوں نے نعرہ ہائے تکبیر بلند کیا اور سب نے اس پر انتہائی تعجب کا اظہار کیا۔

حل لغت : یَبْرَحُوا: جمع مذکر ہے، بَرَحَ مصدر ہے، ہٹ جانا، دُور ہو جانا، بھاگ جانا۔ وَهْدَةٍ: گڑھا، پست زمین۔ سُبُلَات: مونچھیں، السِّنَّوْرُ: بلی۔

تشریح : ارشاد ہے " اور اس پر انتہائی تعجب کا اظہار کیا۔ یعنی نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو سالہا سال پہلے جو اس فرقہ کے امیر کے قتل ہونے کی اطلاع اور خبر دی تھی وہ بعینہٖ صحیح اور درست ثابت ہوئی اور اس غیب جانتے

والے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس غیب کے معجزہ کا اقرار کرتے ہوئے خداوندِ بزرگ و برتر کی کبریائی کا اظہار و اقرار نعرہ ہائے تکبیر بلند کر کے کیا کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے ہم پر کتنا عظیم احسان فرمایا کہ ہمیں غیب دان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عطا فرمایا اور ہمیں نہایت ہی سچا امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم جیسا امیر عطا فرمایا۔

اسنادہٗ صَحِیحٌ رِجالہٗ ثقاتٌ [1]

حدیث نمبر ۱۸۲ / ۱۱ : انبأنا عبدالاعلیٰ بن واصل بن عبدالاعلیٰ قال حدّثنا الفضل بن دکین عن موسیٰ بن قیس الحضرمي عن سلمة بن کُھیل عن زید بن وھب قَالَ خَطَبَنَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰي عَنْهُ بِقَنْطَرَةِ الدّیْزجَان فَقَالَ اِنَّهٗ قَدْ ذُکِرَ لِيَ خَارِجَۃٌ یَخْرُجُ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ وَ فِیْهِمْ ذُو الثُّدَیَّةِ فَقَاتِلْهُمْ فَقَالَتِ الْحَرُوْرِیَّةُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ لَا تُعَلِّمُهُمْ تُکَلِّمُهُمْ فَرَدُّوْکُمْ کَمَا رَدَّکُمْ یَوْمَ حَرُوْرَا فَشَجَرَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِالرِّمَاحِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَصْحٰبِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰي عَنْهُ اِقْطَعُوا الْعَوَالِيَ وَالْعَوَالِي اِلرِّمَاحِ فَدَارُوْا وَاسْتَدَارُوْا وَ قُتِلَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِيٍّ اِثْنَي عَشَرَ رَجُلًا اَوْ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَقَالَ عَلِيٌّ اِلْتَمِسُوا الْمُخْدَجَ وَ ذٰلِکَ فِيْ یَوْمٍ شَاتٍ فَقَالُوْا لَا نَقْدِرُ عَلَیْهِ فَرَکِبَ عَلِيٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ بَغْلَةَ النَّبِيِّ صَلَّي اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ الشَّهْبَاءَ فَاَتٰي وَهْدَةً مِّنَ الْاَرْضِ فَقَالَ الْتَمِسُوْا فِيْ هٰؤُلَاءِ فَاُخْرِجَ فَقَالَ مَا کَذَبْتُ وَلَا کُذِبْتُ فَقَالَ اعْمَلُوْا وَلَا تَتَّکِلُوْا لَوْ لَا اَنِّيْ اَخَافُ اَنْ تَتَّکِلُوْا لَاَخْبَرْتُکُمْ بِمَا قَضَي اللّٰهُ لَکُمْ عَلٰي لِسَانِهٖ یعني النَّبِيَّ صَلَّي اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَ لَقَدْ شَهِدَنَا اُنَاسٌ مِنَ الْیَمَنِ فَقَالُوْا کَیْفَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ کَانَ هُوَ اهَمُّ بَعِیْ

ترجمہ : زید بن وہب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ دیزجان کی پل پر جناب علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ہمارے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ تحقیق میرے لئے (ایک فرقہ) کا ذکر کیا گیا جو پیدا ہو گا جو مشرق کی جانب سے نکلے گا اور ان میں ذوالثدیہ ہو گا۔ پس ان کے ساتھ جہاد کرنا تو

---

[1] : احمد میرین البلوشی، خصائص امیر المومنین علی ابن ابی طالب ص ۱۹۰۔

حروریہ میں سے بعض نے بعض کو کہا علی المرتضیٰ (کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم) کے پیروکاروں کو نہیں جانتا کہ تو ان سے گفتگو کرے۔ جس طرح کہ حرورا کے دن انہوں نے تمہیں رد کیا تھا۔ اسی طرح اب بھی تمہیں لاجواب کر دیں گے۔ ان کے بعض نے بعض پر تیروں کے ساتھ قصد کیا۔ تو اصحابِ علی سے ایک آدمی نے کہا۔ نیزے قطع کرو پس گرداگرد پھرے اور خُوب گھومے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کے بارہ یا تیرہ لشکری شہید ہوئے۔ پس علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم نے فرمایا ناقص ہاتھ والا آدمی تلاش کرو اور یہ لڑائی سردی کے دنوں میں ہوئی۔ تلاش کرنے والوں نے کہا کہ ہم اس شخص کے ڈھونڈنے میں ناکام ہو گئے ہیں تو جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم، نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی "الشہبا" نامی خچر پر سوار ہوئے۔ پس زمین کے ایک نالے پر آئے تو ارشاد فرمایا کہ اس میں اسے تلاش کرو، تو اس نالے سے اس کو نکالا۔ تو جناب علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ میں نہ جُھوٹا ہوں اور نہ جُھوٹ کہتا ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ عمل کرو بھروسہ نہ کرو۔ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ تم تکیہ کر لو گے تو ضرور میں تمہیں نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانی ان تمام الٰہی فیصلوں کی خبر دے دیتا جو تمہارے متعلق ہیں اور البتہ تحقیق کچھ یمن کے رہنے والے ہمارے پاس آئے تو انہوں نے عرض کی اے امیرالمومنین یہ کیا حال ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بہت ضروری امر تھا از روئے حاجت کے۔

حل لغت: نَحَیَ: قصد کیا، مائل ہوئے۔ بِغیَۃ: مقصد، مطلب۔

تشریح: ارشاد ہے "ان میں ذوالثدیہ ہو گا" یعنی اس گروہ میں ایک شخص ایسا ہو گا جس کا ایک ہاتھ عورت کے پستان کی طرح ہو گا۔ ارشاد ہے "اب بھی تمہیں لاجواب کر دیں گے" یعنی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ الکریم اور ان کے اصحاب کے ساتھ تم کسی قسم کی گفتگو نہیں کر سکتے ہو۔ کیونکہ تم ان کے دلائل کا جواب نہیں دے سکتے ہو۔ ارشاد ہے "ان کے بعض نے بعض پر تیروں کے ساتھ قصد کیا" یعنی دونوں لشکروں نے ایک دوسرے پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ ارشاد ہے "پس گرداگرد پھرے اور خوب گھومے" یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا لشکر خوب بے جگری اور ہمت سے لڑا، خوارج کے لشکر کے گرد گھوم گھوم کر لڑے۔ ارشاد ہے "اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ الکریم کے بارہ یا تیرہ لشکری شہید ہوئے"۔ یعنی خوارج کے لاشوں کے پشتے لگ گئے مگر جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے صرف بارہ یا تیرہ

افراد شہید ہوئے اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتح نصیب ہوئی - ارشاد ہے "جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی "الشہبا" نامی خچر پر سوار ہوئے" یعنی خود بنفسِ نفیس اس ناقص ہاتھ والے کی تلاش میں نکلے اور تمام میدانِ جنگ میں اس کی لاش کو ڈھونڈا - ارشاد ہے "ضرور میں تمہیں نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانی ان تمام الٰہی فیصلوں کی خبر دے دیتا جو تمہارے متعلق ہیں" یعنی وہ تمام غیب کی خبریں جو میں نے حضور نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے تمہارے بارے میں سُنی ہیں، تمہیں بتا دوں مگر اندیشہ ہے کہ تم ان باتوں پر بھروسہ کر کے عمل صالح چھوڑ دو گے -

اسنادہٗ حسنٌ[1]

حدیث نمبر ۱۸۳ / ۱۲ : ابنأنا العباس بن عبد العظيم قال حدثنا عبد الرزاق قال حدثنا عبد الملك بن ابي سليمان عن سلمة بن كهيل قال حدّثنا زيد بن وهب انّهٗ كَانَ فِي الْجَيْشِ الَّذِيْنَ كَانُوْا مَعَ عَلِيٍّ سَارُوْا اِلَي الْخَوَارِجِ فَقَالَ عَلِيٌّ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّي اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَيَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ اُمَّتِيْ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَيْسَ قِرَاتُكُمْ اِلَي قِرَأتِهِمْ بِشَيْئٍ وَلَا صَلٰوتُكُمْ اِلَي صَلٰوتِهِمْ بِشَيْئٍ وَلَا صِيَامُكُمْ اِلَي صِيَامِهِمْ بِشَيْئٍ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهٗ لَهُمْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ وَلَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ لَوْ يَعْلَمُوْنَ الْجَيْشَ الَّذِيْنَ يُصِيْبُوْنَهُمْ مَا قَضَي اللهُ لَهُمْ عَلَي لِسَانِ نَبِيِّهِمْ لَا يَتَّكِلُوْنَ الْعَمَلَ وَ اٰيَةُ ذَالِكَ اَنَّ فِيْهِمْ رَجُلًا لَهٗ عَضُدٌ وَ لَيْسَ ذِرَاعٌ عَلَي رَأْسِ عَضُدِهٖ مِثْلَ حُلْمَةِ الثَّدْيِ لِلْمَرْاَةِ وَ عَلَيْهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ فَتَذْهَبُوْنَ اِلَي مُعَاوِيَةَ وَ اَهْلِ الشَّامِ وَ تَتْرُكُوْنَ هٰؤُلَاءِ يَخْلُفُوْنَكُمْ فِيْ ذَرَارِئِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَاللهِ اِنِّي وَلَاَرْجُوا اَنْ يَكُوْنَ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ فَاِنَّهُمْ قَدْ سَفَكُوا الدَّمَ الْحَرَامَ وَ اَغَارُوْا فِيْ سَرْحِ النَّاسِ فَسِيْرُوْا عَلَي اِسْمِ اللهِ قَالَ سَلَمَةُ فَنَزَلَنِيْ زَيْدُ بْنُ وَهْبٍ مَنْزِلًا حَتّٰي مَرَرْنَا

---

[1] : احمد میرین البلوشی، خصائص امیر المومنین علی بن ابی طالب صفحہ ۱۹۱ -

عَلٰي قنطرةٍ وَ علَي الْخَوارِجَ يَوْمَئِذٍ عَبْدُاللّٰهِ بْنِ وَهْبِ الرَّاسِبِيُّ فَقَالَ لَهُمْ اَلْقُوا الرِّمَاحَ وَ سُلُّوا سُيُوفَكُمْ مِنْ جُفُوْنِهَا فَاِنِّي اَخَافُ اَنْ يُّنَاشِدُوْكُمْ كَمَا نَاشَدُوْكُمْ يَوْمَ حَرُوْرَا فَرَجَعُوْا فَوَحَّشُوْا بِرِمَاحِهِمْ وَ سَلُّوا السُّيُوْفَ وَ شَجَرَهُمُ النَّاسُ يعني بِرِمَاحِهِمْ فَقَتَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَمَا اُصِيْبَ مِنَ النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اِلَّا رَجُلَانِ قَالَ عَلِيٌّ اِلْتَمِسُوْا فِيْهِمُ الْمُخْدَجَ فَلَمْ يَجِدُوْهُ فَقَامَ عَلِيٌّ بِنَفْسِهٖ حَتّٰي اَتٰي نَاسًا قَتْلٰي بَعْضُهُمْ عَلٰي بَعْضٍ قَالَ اَخْرِجُوْهُمْ فَوَجَدُوْهُ مِمَّا يَلِي الْاَرْضَ فَكَبَّرَ عَلِيٌّ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ بَلَّغَ رَسُوْلُهٗ فَقَامَ اِلَيْهِ عُبَيْدَةُ السَّلْمَانِيُّ فَقَالَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَسَمِعْتَ هٰذَا الْحَدِيْثَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَسَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰي اِسْتَحْلَفَهٗ ثَلٰثًا وَهُوَ يَحْلِفُ لَهٗ

ترجمہ: زید بن وہب سے روایت ہے یہ کہ وہ بھی اس لشکر میں حضرت علی المرتضیٰ (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کے ساتھ تھا جو خوارج سے جہاد کے لئے نکلا تھا تو جناب علی المرتضیٰ (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) نے فرمایا اے لوگو! بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ حضور نے فرمایا عنقریب میری اُمّت سے ایک گروہ پیدا ہو گا۔ تمہاری قرأت اُن کی قرأت کے مقابلے میں کچھ نہ ہو گی اور تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہ ہوں گی۔ اور تمہارے روزے ان کے روزوں کے مقابلے میں ہیچ ہوں گے۔ قرآن اس خیال سے پڑھیں گے کہ ان کے لئے ثواب ہے حالانکہ وہ ان پر وبال ہے۔ وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا۔ دینِ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح شکار میں تیر گھس کر نکل جاتا ہے اگر وہ لشکر جو ان خوارج سے لڑ کر مصیبتوں کو جھیلتا ہے، نبیؐ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الٰہی فیصلہ کو جو ان کے متعلق ہے، (ثواب) جانتے تو عمل پر بھروسہ نہ کرتے اور اس کی یہ علامت ہے کہ ان میں ایک شخص ہے جس کا بازو ہے اور ہاتھ نہیں ہے۔ اس کے بازو کے سر پر عورت کے پستان کی علامت جیسی ہے اور اس پر سفید بال ہیں۔ سو تم معاویہ اور اہلِ شام کی طرف جاؤ گے اور ان کو چھوڑ دو گے۔ وہ تمہارے بعد تمہارے بال

بچوں اور تمہارے اموال پر چڑھ دوڑیں گے اور تم کو غارت کریں گے ۔ اللہ تعالیٰ کی قسم میں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ قوم وہی ہے کہ انہوں نے ناحق خون بہایا ۔ لوگوں کے جانوروں کو لُوٹا ۔ پس اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نکل پڑو ۔ سلمہ نے کہا کہ زید بن وہب نے ہم کو ایک جگہ پر اُتارا ۔ یہاں تک کہ ہم نے ایک پُل کو عبور کیا ۔ اس وقت خوارج کا بڑا عبداللہ بن وہب راسبی تھا تو اس نے انہیں کہا کہ تیر پھینک دو اور اپنی تلواریں نیاموں سے نکال لو ۔ سو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ تمہیں قسمیں نہ دیں جس طرح کہ حروراکی لڑائی کے دن انہوں نے قسمیں کھائیں ۔ پس وہ لوٹے اور برچھے پھینک دیئے اور تلواریں سونت لیں اور لوگوں نے انہیں برچھوں پر رکھ لیا ۔ پس ان کے کشتوں کے پشتے لگ گئے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہُ الکریم کے لشکر سے اس دن صرف دو اشخاص شہید ہوئے ۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہُ الکریم نے فرمایا کہ ان میں ناقص ہاتھ والا آدمی ڈھونڈو ۔ پس اُسے نہ پایا تو (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) بنفسِ نفیس اُٹھے یہاں تک کہ کچھ لاشوں پر آئے جو ایک دُوسرے پر پڑی ہوئی تھیں ۔ ارشاد فرمایا کہ ان لاشوں کو کھینچ کر الگ کر دو تو اس کی لاش کو ان سو لاشوں کے نیچے پایا فوراً (جناب امیرالمؤمنین) علی (المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) نے تکبیر بلند فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور اس کو اس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہنچا دیا ۔ عبیدہ سلمانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہُ) آپ کے حضور میں کھڑا ہوا ۔ عرض کیا کہ اے امیرالمومنین قسم ہے اس ذات کی کہ نہیں ہے کوئی معبودِ حق مگر وہی، کہ یہ حدیث شریف میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنی ہے ۔ پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ نہیں کوئی معبودِ برحق مگر وہی کہ میں نے یہ حدیث شریف رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنی ہے یہاں تک کہ اس سے تین بار قسم لی اور وہ ان کے لئے قسم اٹھاتا تھا ۔

حلِ لُغت : اَغَارَ: چھاپہ مار ، اس کی جمع اَغَارُوْا ہے ، اُنہوں نے چھاپے مارے ۔ سَرَحَ: صبح کو چرنا ، رَوَحَ: شام کو چرنا اور چرانا ۔ قَنطَرَۃ: پُل ۔ سَلَّ: سونت لینا ، تلوار نیام سے کھینچ لینا ۔ جَفَنٌ: اس کی جمع جُفُوْنٌ ہے ، تلوار کا نیام ۔ نَشَدَ: قسم دینا ۔ وَحَشَ: پھینک دینا ۔ شَجَرَ: کونچنا ، دھکیلنا ۔

تشریح : ارشاد ہے " تو عمل پر بھروسہ نہ کرتے " یعنی عمل کرنا چھوڑ دیتے ۔ ارشاد ہے " وہ تمہارے بعد تمہارے بال بچوں اور تمہارے اموال پر چڑھ دوڑیں گے " یعنی تمہاری اولادوں

کو قتل و غارت کریں گے۔ اور تمہارے مال و اسباب کو لُوٹ کر لے جائیں گے اور تم کو غارت کریں گے۔ ارشاد ہے "لوگوں کے جانوروں کو لُوٹا"۔ یعنی جب صبح کے وقت لوگ جانور چرانے کے لئے صحرا کی طرف لے جاتے تو خارجی لوگ ان پر چھاپے مارتے اور لُوٹ کر لے جاتے۔ ارشاد ہے "پس اللہ تعالیٰ کا نام لے کر نکل پڑو" یعنی ان خوارج کی تلاش میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نکلو اور جہاں کہیں بھی ملیں ان کو ختم کر دو۔ ارشاد ہے "یہاں تک کہ ہم نے ایک پُل کو عبور کیا" یعنی جب پُل کو عبور کیا تو خوارج کو پا لیا۔ ارشاد ہے "اس وقت خوارج کا بڑا عبداللہ بن وہب راسبی تھا"۔ یعنی اس دن خوارج کا امیرِ لشکر عبداللہ بن وہب راسبی تھا۔ ارشاد ہے "تو اُس نے اُنہیں کہا کہ تیر پھینک دو" یعنی عبداللہ بن وہب راسبی نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تیر پھینک دو۔ ارشاد "اور اپنی تلواریں نیاموں سے نکال لو" یعنی دست بدست جنگ کرو۔ ارشاد ہے "سو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ تمہیں قسمیں نہ دیں جس طرح کہ حرورا کی لڑائی کے دن انہوں نے قسمیں کھائیں" یعنی برچھے پھینک کر جلدی تلواریں لے کر ان میں گھس جاؤ اور ان کو کسی قسم کا کوئی موقع نہ دو اور نہ ہی کوئی حیلہ کرنے کی فرصت دو۔ ارشاد ہے "اور تلواریں سونت لیں" یعنی خارجیوں نے دست بدست لڑائی شروع کر دی۔ ارشاد ہے "اور لوگوں نے ان کو برچھوں پر رکھ لیا" یعنی علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھیوں نے سب خارجیوں کو کوچ ڈالا۔ ارشاد ہے "پس اُسے نہ پایا" یعنی لشکر نے اس علامت والے شخص کی لاش کو باوجود تلاشِ بسیار نہ پایا۔ ارشاد ہے "علی (المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بنفسِ نفیس اُٹھے" یعنی خود اس کی لاش تلاش کرنے کے لیے نکلے۔

صحیحٌ علٰی شرط مسلم [۱] (جاری ہے)

---

[۱]: البلوشی، ص: ۱۹۲۔

اِنتباہ

فیضؔ لودھیانوی مرحوم و مغفور

کسی کی مصیبت سے خوش ہونے والے | خُدا کے لئے اپنے انجام سے ڈر
تکبّر کا پہلو نمایاں ہو جس سے | خبردار تُو ایسے ہر کام سے ڈر

سلام بحضورِ شہیدانِ کربلا

حضرت علامہ قاضی عبد الصمد صارم الازہری

کانپا غضب سے عرش خدائے حکیم کا
جب رن میں ترجمہ ہوا ذبحِ عظیم کا

غلطاں تھے خاک و خوں میں جوانانِ ہاشمی
وقفِ خزاں تھا باغ رسولِ کریم کا

چھایا اندھیرا شاہ کی آنکھوں کے سامنے
لاشہ جو دیکھا بھائی کے دُرِ یتیم کا

جانِ عزیز شاہ پہ قربان کر کے وہ
مالک ہوا ہے باغ بہشتِ نعیم کا

مداح ہے حُسین کا صارم تُو روزِ حشر
سایہ ملے گا عرش غفورِ رحیم کا

جس وقت رخصتِ شہ عالی مقام تھا
خوش تیغ ہاتھ میں لئے سردارِ شام تھا

سجدے میں نُورِ دیدۂ خیر الانام تھا
اور یہ زبانِ پاک پہ جاری کلام تھا

یا رب تو نانا جان کی اُمّت کو بخش دے
سردارِ دو جہان کی اُمّت کو بخش دے

گذشتہ سے پیوستہ

اخلاقِ اسلامی (روحِ اسلام و ایمان)

ڈاکٹر سید حامد حسن بلگرامی

صلہ رحمی:

ابو سعید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جس شخص کو یہ بھلا معلوم ہوتا ہے (جس کی یہ تمنا ہو) کہ اس کے رزق میں کشائش ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح بخاری، مترجم اُردو، جلد سوم، صفحہ ۲۰۷)

صلہ رحمی: اپنے عزیزوں کے ساتھ جن سے خون کا رشتہ ہے، اچھا سلوک کرنا، ان سے محبت کرنا، خواہشمند ہو تو ان کی مدد کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے:

سعید بن المسیب، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا "اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سو حصے ہیں۔ اس میں سے ننانوے حصے اس نے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ کو زمین پر اُتارا۔ مخلوق جو ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے وہ اس ایک حصے کے سبب سے ہے۔ مثلاً ایک گھوڑا جو تکلیف پہنچنے کے خوف سے اپنے بچہ کے اُوپر سے اپنے کھر اُٹھا لیتا ہے۔ (صحیح بخاری شریف مترجم اُردو، جلد سوم، حدیث ۹۳۸ صفحہ ۳۶۱)

کام کا آدمی (پھول):

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے "آدمی ان سو اونٹوں کے مانند ہے جن میں سے تو ایک ہی کو سواری کے قابل پائے گا" (یعنی آدمی تو بہت ہیں جیسے اُونٹ بہت ہیں لیکن میں ان میں کام کا آدمی کوئی کوئی ہی ہوتا ہے جیسے سو اونٹوں میں سے میں سے ایک ہی اونٹ سواری و بار برداری کے قابل نکلتا ہے)

(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل اول حدیث ۵۱۲۶/۱ صفحہ ۶۰۹)

بیکار لوگ (کانٹے):

حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے

فرمایا ہے کہ "مرتے رہیں گے نیک بخت لوگ یکے بعد دیگرے اور باقی رہیں گے ردی ویکار (بد اور بدکار) مانند جو کی بھوسی یا کھجور کی بھوسی کے، جن کی اللہ تعالیٰ کوئی پرواہ نہیں کرتا"
(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل اول، حدیث ۵۱۲۸/۳، صفحہ ۶۰۹)

اُمتِ محمدیہ کی مثال:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میری اُمت کا حال بارش کی مانند ہے جس کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کا اوّل اچھا یا اس کا آخر اچھا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۶۰۲۴ صفحہ ۸۲۹)

اچھا یا بُرا ہونا، اچھے عمل سے ہے:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے پُوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کونسا آدمی بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "وہ شخص جس کی عمر زیادہ اور عمل اچھے ہوں" پھر پوچھا اور کونسا آدمی بُرا ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "جس کی عمر زیادہ اور عمل بُرے ہوں" (مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، صفحہ ۵۸۹)

فراستِ مومن:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے "ایک سوراخ سے مؤمن کو دوبار نہیں کاٹا جاتا"۔ (گویا جس سوراخ سے مسلمان کو سانپ وغیرہ نے ایک مرتبہ کاٹ لیا اس کو دوبارہ نہیں کاٹا جاسکتا یعنی مسلمان پھر ہوشیار ہو جاتا ہے اور ایک مرتبہ نقصان اُٹھانے کے بعد اس سے دوبار نقصان نہیں اٹھاتا)

مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم فصل اوّل، حدیث ۴۸۳۰/۱ صفحہ ۵۲۴)

دنیا اور آخرت:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہی کہ دُنیا کوچ کئے ہوئے پُشت اُدھر کئے ہوئے چلی جارہی ہے اور آخرت مُنہ اِدھر کئے ہوئے چلی آرہی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے بیٹے ہیں۔ تم آخرت کے بیٹے بنو اور دُنیا کے بیٹوں میں سے نہ ہو۔ آج عمل کا دن ہے اور کوئی حساب نہیں اور کل حساب کا دن ہے، عمل کا نہیں۔ (مشکوٰۃ شریف مترجم اُردو، جلد دوم فصل سوم حدیث ۴۹۸۵/۶۰، صفحہ ۵۵۴)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنی آل کے لئے دعا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ! تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی آل (اہل بیت وذریات) کو صرف اتنا رزق عطا کر جو ان کی جان کو بچائے اور بدن کی قوت کو قائم رکھے" اور ایک روایت میں ہے کہ "صرف اتنا رزق عطا فرما جو اس کی زندگی باقی رکھنے کے لئے کافی ہو"

(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل اوّل، حدیث ۴۹۲۵/۱۰ صفحہ ۵۷۳-۵۷۴)

غنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "غنا (دولت مندی) اسباب وسامان کی زیادتی پر نہیں ہے بلکہ (حقیقی) غنا دل کی دولت مندی سے ہے"

(یعنی دل غنی ہونا چاہیئے مال کی کمی زیادتی سے بے نیاز)

(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل اوّل، حدیث ۴۹۲۱/۱۹ صفحہ ۵۷۴)

جس کا دل غنی نہ ہو وہ ہمیشہ محتاج رہتا ہے بلکہ مال واسباب کی محبت وہوس اس کو کبھی سکون نہیں لینے دیتی یہاں تک کہ وہ سب چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

عفوودرگزر:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! تیرے بندوں میں سے کون تیرے نزدیک زیادہ عزیز ہے۔ خداوند تعالیٰ نے فرمایا وہ شخص کہ (انتقام کی) قدرت رکھنے پر بھی لوگوں کو معاف کردے۔ (مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل سوم، صفحہ ۵۴۶)

بردباری اور غوروفکر:

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ عبدالقیس کے سردار سے فرمایا "مجھ میں دو باتیں ایسی ہیں جن کو خدا تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ ایک تو بردباری اور دوسرے غوروفکر کے بعد کام کرنا" (مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل اوّل، صفحہ ۵۳۴)

اللہ ربُ العزت ہم سب کو اس نعمت سے سرفرازی بخشے۔

تعظیم وتکریم:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "جس جوان نے کسی بوڑھے شخص کی اس کی بڑھاپے کے سبب تعظیم وتکریم کی تو خداوند تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے لئے ایسے شخص کو مقرر کرے گا جو اس کی تعظیم وتکریم کرے گا (مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، حدیث ۴۷۵۲/۲۵)

مہمان کی تعظیم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ سُنت یہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کا استقبال دروازہ سے باہر نکل کر کرے اور رخصت کے وقت گھر کے دروازہ تک پُہنچائے (مشکوٰۃ شریف، جلد دوم، حدیث ۴۰۷۲ / صفحہ ۲۹۴)

(۱) عصبیت:

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کہتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عصبیت (جاہلیت) کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "عصبیت یہ ہے کہ تُو ظلم پر اپنی قوم کی حمایت کرے"

(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل دوم، حدیث ۴۶۸۶ / ۱۲، صفحہ ۵۰۱)

(۲) عصبیت کی لعنت:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نے فرمایا ہے وہ شخص ہم میں سے نہیں جو لوگوں کو عصبیت کے دعوت دے (عصبیت کی حمایت کرے) اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کے سبب جنگ کرے اور ہم میں سے وہ شخص نہیں ہے جو عصبیت کی حالت میں مرے

(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل دوم، حدیث ۴۶۸۸ / ۱۵ صفحہ ۵۰۱)

(۳) چیزوں کی محبت:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہُ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے "کسی چیز سے تیرا محبت کرنا تجھ کو اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے" (مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم حدیث ۴۶۸۹ / ۱۶ صفحہ ۵۰۱)

۱، ۲ اور ۳ وہ لعنتیں ہیں جو افراد اور اقوام کو تباہی کے گڑھے تک پہنچا دیتی ہیں خواہ کسی نام سے کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس بے راہروی سے محفوظ رکھے اور شاید آج سے زیادہ دُنیا کبھی اس لعنت میں اس درجہ گرفتار نہ تھی۔

ایمان اور تکبّر:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کہتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہو گا وہ (ہمیشہ کے لئے) دوزخ میں داخل نہ

ہو گا اور جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی تکبّر ہو گا وہ جنت میں نہ جائے گا "

(مشکوٰۃ شریف ، مترجم اُردو ، جلد دوم ، فصلِ اوّل حدیث ۴۸۷۸ / ۴ صفحہ ۵۴۳)

تکبّر:

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کہتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے " جس شخص کے قلب میں ذرّہ برابر بھی تکبّر ہو گا وہ جنت میں نہ جائے گا " ایک شخص نے عرض کیا ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کا جُوتا اچھا ہو۔ (کیا یہ بھی تکبّر میں داخل ہے ؟) آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا " خُداوند تعالیٰ جمیل (خوبصورت اور اچھا) ہے اور حسن و جمال (آرائستگی) کو پسند کرتا ہے اور تکبّر کہتے ہیں حق کو باطل کرنا اور لوگوں کو ذلیل و حقیر سمجھنا۔

(مشکوٰۃ شریف ، مترجم اُردو ، جلد دوم ، فصلِ اوّل حدیث ۴۸۷۹ / ۵ صفحہ ۵۴۳ - ۵۴۴)

اللہ تعالیٰ ہر وہ اچھا کام جو خوش اسلوبی سے کیا جائے پسند فرماتا ہے صرف شرط یہ ہے کہ تکبّر اور اپنی بڑائی کے تحت نہ ہو اللہ تعالیٰ کے احسان و شکر گزاری کا جذبہ لئے ہوئے ہو۔ بات یہ ہے کہ اللہ ربُّ العزت خود جمیل ہے اور حسن و خوبی کو پسند فرماتا ہے

(اَنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَّیُحِبُّ الْجَمَالُ)

اُمّتوں کی بیماریاں --- حسد و بغض:

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے " پہلی اُمّتوں کی بیماریاں تم میں سرایت کر گئی ہیں (یعنی اُمّتِ مُحمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں پچھلی اُمّتوں کی بیماریاں پیدا ہو گئی ہیں) اور وہ بیماریاں حسد اور بُغض ہیں جو مونڈنے والی ہیں۔ میری مراد اس سے بالوں کا مونڈنا نہیں ہے بلکہ دین کو مونڈنا ہے " (یعنی یہ بیماریاں دین کی جڑ کاٹ دیتی ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف ، مُترجم اُردو ، جلد دوم ، فصلِ دوم ، حدیث ۴۷۱۶ / ۱۲ صفحہ ۵۳۱)

زبان کی حفاظت (منافق):

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے

"تم قیامت کے دن بد ترین لوگوں میں اُن کو پاؤ گے جو دو مُنہ رکھنے والے مُنافق ہوں گے۔ (یعنی مُنہ دیکھی بات کہتے ہوں گے) اُن کے پاس جائیں گے تو اُن کی سی کہیں گے اور اِن کے پاس جائیں گے تو اِن کی سی کہیں گے"

(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصلِ اوّل حدیث ۴۶۰۹ / ۱۱ صفحہ ۴۸۲)

حرصِ جاہ و دولت:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے "دو بھوکے بھیڑیئے جن کو بکریوں میں چھوڑ دیا جائے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا کہ انسان کی حرصِ جاہ و دولت دین کو نقصان پہنچاتی ہے"

(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل دوم، حدیث ۴۹۵۲ / ۲۷ صفحہ ۵۶۶)

اس حدیث مبارکہ کو پڑھو اور بار بار پڑھو اس دُعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس حرص اور نفس پرستی سے محفوظ رکھے۔

اُمّت کی آزمائش:

کعب بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کہتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سُنا کہ ہر قوم اور ہر اُمّت کے لئے ایک آزمائش ہے (یعنی ہر قومِ خُدا کی طرف سے کسی چیز کے فتنہ میں ڈال کر آزمائی جاتی ہے) اور میری اُمّت کا فتنہ (یہ آزمائش) مال ہے۔

(مشکوٰۃ مترجم اردو، جلد دوم، فصل دوم حدیث ۴۹۶۵ / ۴۰ صفحہ ۵۶۹)

ظلم و ستم:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہُ الکریم کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے "اپنے آپ کو مظلوم کی بد دُعا سے بچاؤ اس لئے کہ وہ خدا تعالیٰ صرف اپنا حق طلب کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ حقدار کو اپنا حق مانگنے سے نہیں روکتا"

(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصل سوم، حدیث ۴۹۰۵ / ۱۲، صفحہ ۵۵۹)

آدمی سچّی بات میں کوشش کرے، تھک کر نہ بیٹھ رہے:

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہُ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو شخصوں کا فیصلہ کیا تو جو مقدمہ ہار گیا اس نے بعد فیصلہ کے پیٹھ

پھیر کر کہا مجھ کو اللہ بس ہے اور وہ بہتر کام بنانے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے فرمایا "اللہ تعالیٰ ملامت کرتا ہے آدمی کو بے وقوفی پر، مگر تجھ کو ہوشیاری لازم ہے۔ پھر اگر تو کسی وجہ سے ہار جائے تو کہہ اللہ جلّ جلالہٗ مجھے بس ہے اور وہ بہتر کام بنانے والا ہے"

ف: یہ حدیث اس زمانے کے مسلمانوں کے لئے اچھا سبق ہے۔ آدمی کو ہر کام سے پہلے غور و فکر اور ضروری احتیاط سے کام لینا چاہئے، یہ نہیں کہ تھک کر بیٹھ رہے۔ کسی کام کا انتظام نہ کرے پھر جب مصیبت سر پر آ پڑے تو لگے رونے پیٹنے

(سُنن ابو داؤد، مترجم اُردو، جلد سوم، باب ۸۸، حدیث ۲۲۱ صفحہ ۱۰۹ - ۱۱۰)

سوال کرنے میں احتیاط برتو:

حضرت ابن الفراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ فراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ (ان کا نام معلوم نہیں) نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا میں سوال کروں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (اپنی ضرورت لوگوں سے بیان کروں) آپ نے فرمایا "نہیں اگر ایسی ضرورت ہو تو سوال کر نیک لوگوں سے تاکہ تیری مدد کریں"

(سُنن ابُو داؤد، مترجم اُردو، جلد اوّل، باب ۵۵۲، حدیث ۱۶۳۲، صفحہ ۶۱۷)

پانی پینے کا سلیقہ:

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پانی پینے کے درمیان تین مرتبہ سانس لیتے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم یہ فرماتے تھے کہ "(اس طرح پانی پینا) خوب سیراب کرتا ہے، صحت بخش ہے اور جلد ہضم ہوتا ہے"۔

(مشکوٰۃ شریف، مترجم اُردو، جلد دوم، فصلِ اوّل حدیث ۴۰۷۶\۱، صفحہ ۳۷۱ - ۳۷۲)

آب زمزم پینے کا سلیقہ:

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہتے ہیں میں زمزم کے پانی کا ایک ڈول نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لایا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو کھڑے ہو کر پیا (مشکوٰۃ شریف، مُترجم اُردو، جلد دوم، فصلِ اوّل، حدیث ۴۰۸/۶ صفحہ ۳۷۲)

یہ آبِ زمزم کا ادب اور اہمیت بتانے اور ذہن نشین فرمانے کے لئے تھا۔ (جاری ہے)

گذشتہ سے پیوستہ

شہہ لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مشاہیر کی نظر میں

پرنسپل (ریٹائرڈ) الحاج صوفی مشتاق احمد صدیقی

ارادہ جب کروں اے ہم نشین مدحِ پیمبر کا
قلم لے آؤں پہلے عرش سے جبریل کے پَر کا

(آغہ شاعر قزلباش)

خداوندِ بزرگ و برتر، اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و شان قرآن پاک میں یوں بیان فرماتے ہیں

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (النسآء رکوع ۹)

ترجمہ: (اے لوگو! غور سے سُنو) ہم نے دُنیا میں جو رسول بھی بھیجا ہے اس کا مقصد یہ تھا کہ اللہ جلّ جلالہٗ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ (اے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) جب یہ لوگ (احکاماتِ الٰہیہ سے رُوگردانی کرتے ہوئے) اپنی جانوں پر ظلم کریں (اور اپنے آپ کو عذابِ الٰہی سے بچانے کے لئے) آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اللہ جلّ شانہٗ سے اپنے گُناہوں کی معافی مانگیں اور ان گُناہ گاروں کی بخشش کے لئے اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی سفارش فرمائے (تو اے لوگو) تم اللہ جلّ جلالہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاؤ گے۔ (اے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کے ربّ کی قسم وہ لوگ (صحیح معنوں میں) مسلمان نہ ہوں گے جو آپس کے جھگڑوں میں آپ کو حاکم بنائیں اور جو کچھ فیصلہ آپ نے صادر فرما دیا اس کے متعلق اپنے دلوں میں کسی قسم کی کدورت یا خلش محسوس کریں اور دل و جان سے اس فیصلے کے آگے سرِ تسلیم خم نہ کریں۔

مندرجہ بالا آیاتِ کریمہ کے معانی پر غور کرنے سے صاحبانِ بصیرت پر یہ حقیقت واضح

ہو جاتی ہے کہ ربِّ ذو الجلال نے وقتاً فوقتاً انبیاءِ کرام کو اس لئے مبعوث فرمایا کہ وہ لوگوں کو نیکی کا راستہ بتائیں اور بُرائی کے کاموں سے روکیں۔ پس لوگوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے انبیاء کرام کی اطاعت کریں۔ جن لوگوں نے نافرمانی کی انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ نافرمانی کی سزا عذابِ الٰہی ہے اور عذابِ الٰہی انتہائی دردناک اور روح فرسا ہو گا۔ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہنے کی ایک ہی صورت ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ نافرمان لوگوں سچے دل سے گناہوں سے تائب و شرمسار ہو کر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جائیں اور گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی بخشنے والے مہربان خُدا کے حضور خطا کار کی بخشش کی سفارش کریں۔ اے لوگو! جان رکھو کہ تم ربُّ العزت کو (اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی سفارش کے طفیل) بخشنے والا مہربان پاؤ گے۔

ان آیاتِ کریمہ میں حضور پُرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ جامع الصفات کے چند درخشندہ پہلوؤں کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱) جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جلّ جلالہٗ کی مخلوق کے لئے لائقِ صد احترام اور واجب الاطاعت ہیں اور شفیع معظم سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کما حقہٗ اطاعت اور اتباع کے صدقے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام لیوا خیر الامم کے معزز لقب سے مشرف ہوئے۔

(۲) حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس گناہگاروں کے لئے ملجاء و ماویٰ ہے اور مغفرت کے لئے واحد سہارا ہے۔ یقیناً ان کی شفاعت بخشش کی گارنٹی یعنی ضمانت ہے۔

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک عظیم منصف یعنی جج تھے۔ لوگوں کے درمیان باہمی تنازعات اور مناقشات کو احسن طریقے سے رفع کرنے کی بھرپُور صلاحیت رکھتے تھے۔

(۴) اللہ جلّ جلالہٗ اپنی شانِ ربوبیت کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو مسلمان اپنے جھگڑوں میں آپ کو حاکم (ثالث) بنائیں لیکن آپ کے فیصلہ پر سرِ تسلیم خم نہ کریں وہ مسلمان کہلانے کے حقدار نہیں ہوں گے۔

(۵) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک بلند پایہ سوشل ریفارمر تھے۔ تشتت و افتراق کے سخت مخالف، اخوت و مودّت، محبت و احترام آدمیت کے داعی، باہمی تعاون و استمداد کے مبلغ

اور پاکیزگی و پاکبازی کے درخشندہ ماہتاب تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہی وہ اوصافِ حمیدہ تھے کہ جن کی وجہ سے دوست و دشمن سبھی ان کے مداح تھے۔ انہی اخلاقِ کریمہ سے متاثر ہو کر حق جُو، حق پرست غیر مسلم حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

خالقِ کائنات نے قرآنِ مجید فرقان حمید میں اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و شان جس پیرائے میں بیان کی ہے کسی انسان کی مجال نہیں کہ وہ اس کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے کیونکہ بیان کرنے والی ذاتِ اقدس کا مرتبہ و مقام انسانی فہم و فکر کی پرواز سے بالاتر ہے اور جس ذاتِ اطہر کا بیان کیا گیا ہے اس کی عظمت و شان اس کے خالق و مالک سے بہتر کون جان سکتا ہے؟

خارج از فہمِ بشر ہے عز و شانِ مصطفیٰ
جُز خدا کوئی نہیں ہے مُرتبہ دانِ مصطفیٰ
(شمس الدین امیر حمزہ)

آیئے دیکھتے ہیں کہ عربی زبان کے متقدمین شعراء کرام نے سید المرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و تقدس، جود و سخا اور خلقِ عظیم کے بارے میں انتہائی عقیدت و محبت کے جذبات سے سرشار ہو کر مدح سرائی کی ہے۔ ان شعراءِ کرام میں شیخ عبدالرحیم البرعی (المتوفی ۱۴۰۰ء) ایک معتبر نام ہے جن کے اشعار کے ہر ہر لفظ سے عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو پھوٹ پھوٹ کر نکل رہی ہے۔ ملاحظہ کیجئے شیخ عبدالرحیم البرعی یوں مدح سرا ہیں۔

امام المرسلین و منتقاهُم | حوي الخيرات ختماً و ابتداء

یعنی وہ تمام انبیاء مرسلین کے امام اور ان سب میں منتخب ترین نبی ہیں۔۔ خوبیوں کی ابتداء اور انتہاء دونوں ان کے بازوؤں میں سمٹے ہوئے ہیں۔

عظيم ان توضع عن علو | كبير ليس يرضي الكبرياء

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عظیم شخصیت کے مالک ہیں لیکن علوِ مرتبت کے باوجود عجز و انکساری ان کا وطیرہ تھا۔ وہ مرتبہ اور مقام میں سب سے بڑے ہیں لیکن بڑائی کا اظہار کرنے سے اجتناب برتتے ہیں۔

و ذالك خير من خملتهٌ ام | و من لبس العمامة والرداء

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وہ ذاتِ گرامی ہیں جن سے بہتر کسی ماں نے جنم نہیں دیا اور عباء و عمامہ میں ملبوس ان سے بہتر انسان نہیں دیکھا گیا۔

رسول اللہ اعلیٰ الناس قدراً | واکرمھم و ارحبھم فناء

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ہیں۔ تمام انسانوں میں بلند و بالا حیثیت کے مالک ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ سخی ہیں جنکا صحن (دسترخوان) سب سے زیاد کشادہ ہے۔

و من لي أن ازورکَ بعد بُعد | صباحاً یا محمد اَو مساء

کون ہے اللہ تعالیٰ کا پیارا جو مجھے دیارِ محبوب لے جائے تاکہ اے آقا! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم صبح و شام آپ کی زیارت کا مجھے شرف نصیب ہو۔

واشتم تربۃ نفخت عبیراً | و أنظرقبۃً ملئت ضیاء

اور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر آپ کی چوکھٹ کی خاک کو چوموں جس سے مشک کی خوشبو پھیلتی ہے اور گنبدِ خضریٰ کے نُور سے آنکھوں کو مُنوّر کروں۔

و ان عثرت بك الایام فانزل | باکرم من تظللہ السماء

اے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام لیوا! اگر تم زمانہ کے ہاتھوں ستم رسیدہ ہو تو اس سخی داتا کے در پر حاضر ہو جاؤ کہ جس سے زیادہ سخی انسان کبھی پیدا نہیں ہوا کہ جس پر آسمان سایہ فگن ہوا ہو۔

اذا نسبوا المکارمَ و المعالي | فانت لھا تمامٌ و ابتداء

جب کبھی دنیا میں سیرت و کردار کی بلندیوں اور خاندانی شرافتوں کا ذکر ہو گا تو اس کی ابتداء اور تکمیل دونوں آپ کی ذاتِ گرامی سے منسوب ہوں گی۔

و ارتاح من ارواح اطیاب طیبۃٍ | اذا المسك في ارجائھا یتاُرج

میرے دل کو راحت ان ہواؤں سے ملتی ہے جو طیبہ کے پاکیزہ کناروں سے چلتی ہیں۔ جبکہ مشک بیز لپٹیں اس شہر کے گوشے گوشے کو معطر کرتی ہیں۔

نبي تغار الشمس منور وجھہ | بھيّ تقي الثغراء أحورا أدعجُ

یہ سب کچھ اس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے میں ہے جن کے چہرۂ انور کی تابانی کو دیکھ کر آفتاب بھی شرما کے جھک جاتا ہے۔ میرے آقا تو بارونق پاکیزہ رو، کشادہ اور سرگمیں چشم والے ہیں۔

تزید بہ الایام حسنا و یزد ھي بہ الدین و الدنیا بہ تتبرج

زمانہ جوں جوں گذرتا جاتا ہے آپ کا جمال بڑھتا جاتا ہے۔ دین آپ سے سرسبز و شاداب اور دنیا آپ سے مزین و سیراب ہوتی جاتی ہے۔

مکارم اخلاق و حسن شمائل

و شیمۃ جود بحرہ متموج

اخلاق کی بلندیوں اور عادات کی خوبیوں کے آپ مخزن ہیں۔ سخاوت آپ کی عادت ہے اور وہ ایک ایسے سمندر کی مانند ہے جس میں موج ہی موج ہے۔

آئیے دیکھتے ہیں کہ غیر مسلم دانشوروں نے حضور سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف اور توصیف کتنے حقیقت پسندانہ انداز میں کی ہے۔ ایک ہندو دانشور پروفیسر راما کرشنا راؤ صدر شعبہ فلسفہ آرٹس کالج میسور (بھارت) اسلام کی عظمت و دانش کو مختصر مگر جامع الفاظ میں یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

"اسلام اعلیٰ علم و دانش کا داعی ہے جسے خدا نے روئے زمین پر نازل فرمایا"

چیمبرز انسائکلو پیڈیا میں مقالہ نگار نے اسلامی تعلیمات کی آفاقی اقدار، عالمگیر صداقتیں، رشد وہدایت، دعوت و ارشاد اور مکارم اخلاق کی انقلاب آفریں کامیابیوں کا اعتراف مفصل انداز میں کیا ہے، لکھتے ہیں

"مذہب اسلام کا نہایت کامل اور روشن رکن قرآن مجید ہے۔ اس کی اخلاقی تعلیم میں نا انصافی، کذب، غرور، انتقام، غیبت، استہزا، طمع، اسراف، عیاشی، بدگمانی نہایت قابل مذمت قرار دی گئی ہے۔ اس کے برعکس نیک نیتی، فیاضی، حیاء، تحمل، صبر، بردباری، کفایت شعار، سچائی، راست بازی، ادب، صلح، سچی محبت اور سب سے مقدم اور اہم خدا پر ایمان لانا اور اس کی رضا پر توکل کرنا سچی ایمانداری کی اہم شرط اور سچے مسلمان کی نشانی خیال کی گئی ہے"

پروفیسر راما کرشنا راؤ اپنی کتاب "محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیغمبر اسلام" میں حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور جامع الصفات شخصیت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کرتے ہیں

"محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی شخصیت کی مکمل صداقت بیان کرنا انتہائی مشکل ہے میں صرف اس کی ایک جھلک بیان کر سکتا ہوں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت پیغمبر، محمد بحیثیت جرنیل، محمد بحیثیت بادشاہ، محمد بحیثیت سپاہی، محمد بحیثیت تاجر، محمد بحیثیت مبلغ، محمد بحیثیت فلسفی، محمد بحیثیت سیاستدان، محمد بحیثیت مصلح، محمد بحیثیت یتیموں کے سرپرست، محمد بحیثیت غلاموں کے محافظ، محمد بحیثیت عورتوں کے نجات دہندہ، محمد بحیثیت جج، محمد بحیثیت روحانی پیشوا۔ ان تمام اعلےٰ کردار اور ان تمام انسانی قدروں میں آپ ہیرو کی مانند تھے"۔

ایک دوسرے مقام پر پروفیسر صاحب لکھتے ہیں

"مہاتما گاندھی کے بقول پوری اقوام جنوبی افریقہ میں اسلام سے خوفزدہ ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے اسپین کو تہذیب دی، اسلام نے مراکش میں نور کی شمع روشن کی اور پوری دنیا کو بھائی چارہ کے اصول سے آگاہ کیا"

آیئے اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ مغربی معاشرے کی گود میں پروان چڑھنے والے لوگوں میں سے جب کسی خوش نصیب میں پاکیزگی اور تقدس کے خفتہ جذبات بیدار ہونے لگتے ہیں تو ان کیفیت کیا ہوتی ہے؟

مغربی معاشرے کی اخلاقی قدریں دن بدن زوال پذیر ہو رہی ہیں۔ ایسے میں دولت کی ریل پیل، عیش و عشرت کی بے لگام آزادی، گناہ و معصیت کا ذلت آمیز چلن، دغا، فریب، ظلم و استبداد، شراب و کباب، بدکاری وغیرہ ننگ انسانیت اعمال مغربی تہذیب کے دلدادوں کے لئے انتہائی پرکشش اور پسندیدہ مشاغل میں سے ہیں۔ سچائی، دیانت، راستبازی، حسن سلوک، پاکیزگی جذبات، بلندی کردار، تقویٰ و پرہیزگاری وغیرہ ان کے لئے بے وقعت سے اشغال ہیں لیکن جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا اس قسم کے معاشرے میں رہتے بستے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اثم و عدوان کی زندگی سے متنفر اور نیکی و پرہیزگاری کی زندگی کے طلبگار ہوں گے۔ ربّ العزت یقیناً ایسے لوگوں کی رہنمائی صراطِ مستقیم کی طرف کر کے انہیں دین و دنیا میں سرخرو کر دیں گے۔

اس ضمن میں خداوند بزرگ و برتر ارشاد فرماتے ہیں

والذین جاھدوا فینالھندینھم سبلنا و ان اللہ لمع المحسنین (العنکبوت)

ترجمہ: جس کسی نے (ہمارے بتائے ہوئے احکامات پر چلنے کی) جدوجہد کی ہم ضرور انہیں اپنی خوشنودی اور رضامندی کی راہ کی طرف راہنمائی کریں گے ۔ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو خلوصِ دل سے نیک عمل کرتے ہیں ۔

اللہ کا کلام برحق ہے جس کسی نے اس کے سچے راستے کو پالینے کی صحیح معنوں میں کوشش کی یقیناً سچا خدا اسے صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے میں مدد فرمائے گا اور وہ ضرور منزلِ مقصود کو پالینے میں کامیاب ہو جائے گا ۔ ایک دوسرے مقام پر خداوندِ ذوالجلال حق و صداقت کی چاہت رکھنے والے انسان کی انشراح صدر کی خواہش کا اظہار ان الفاظ میں فرماتے ہیں

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام (الانعام رکوع ۱۵)

ترجمہ: خدائے مہربان جس شخص کو راہِ راست پر گامزن کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں یعنی اس کے دل میں اسلام کی روشنی پیدا فرما دیتے ہیں ۔

کچھ یہی روحانی کیفیت آج سے نصف صدی پہلے بنگال کے ایک ہندو راجہ کی صاحبزادی کے دل و دماغ پر طاری ہوئی ۔ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون تھیں ، انہوں نے کامل تحقیق کے بعد تعلیماتِ اسلام کی ———————— عظمت اور حقانیت سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور راج کماری جاوید بانو بیگم کے نام سے مشہور ہوئیں ۔ قبولِ اسلام کے بعد کلکتہ کے ایک جلسہ میں اسلام قبول کرنے کی وجوہات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ۔

"ایک سچے اور عالمگیر مذہب کو قبول کر کے میرا دل حقیقی خوشی سے لبریز ہے ۔ میں نے ۱۹۲۴ء میں مذہب اور فلسفہ کے وسیع مطالعہ شروع کیا اور اس کی روشنی میں بدھ مت اور عیسائیت کو سمجھنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی ۔ عیسائیت اگرچہ ایک سچا مذہب ہے لیکن عیسائیوں کی لاتعداد فرقہ بندیوں میں ذاتی اغراض اور شخصی مطلب پرستی نے تعلیمات کو مسخ کر کے رکھ دیا ۔ ہندو مت میں ہندو عملی زندگی میں ویدانت سے بہت دور ہو چکے تھے ، ان کی حالت قابلِ رحم ہے ۔ بڑے نقائص اور خامیاں روز افزوں ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں ۔ ہریجنوں کو ہندو معاشرے میں نہایت گھٹیا مقام حاصل تھا ۔ بیوہ عورت کو معاشرے میں قابلِ نفرت خیال کی جاتا تھا لہٰذا اسے دوسری شادی کی اجازت نہیں تھی ۔ بلکہ ہندو سماج کی ظالمانہ روایات کے مطابق خاوند کے

مرنے کے بعد بیوی بھی خاوند کی چتا پر بیٹھ کر خاوند کے ساتھ جل مرتی تھی۔ تمدنی اور معاشرتی اصلاحات کو پنڈت اور ریفارمر رائج کرنے سے قاصر تھے بلکہ قانون ساز اداروں کے ذریعہ نافذ کیا جاتا، ہمارے آقائے نامدار محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں آزادی، اخوت، مساوات، انصاف، احترام انسانیت کا درس دیا۔ قرآنِ پاک میں مسلمانوں کے لئے نہ صرف مذہبی بلکہ اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اور روزمرہ کی زندگی سے تعلق رکھنے والے ہر قسم کے مسائل کا حل دیا ہوا ہے"

یہ تھے غیر مسلم اور نو مسلم حضرات کے اسلام کے متعلق تاثرات جسے پڑھ کر یقیناً دل و دماغ کو روحانی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ آئیے دیکھتے ہیں مسلمان شعراءِ کرام کن الفاظ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ پہلے حضرت العلامہ احمد رضا خان بریلوی کے گل ہائے عقیدت سے مشام جاں کو معطر کیجئے

لَمْ یَاتِ نَظِیْرُکَ فِیْ نَظَرٍ مثل تو نہ شد پیدا جاناں
جگ راج کو تاج تورے سر سوہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
اَلْبَحْرُ عَلَا وَالْمَوْجُ طَغٰی من بے کس و طوفاں ہوش ربا
منجدھار میں ہوں بگڑی ہے ہوا موری نیا پار لگا جانا
یَا شَمْسُ نَظَرْتِ اِلٰی لَیْلِیْ چو بطیبہ رسی عرضے بکنی
توری جوت کی جھل جھل جگ میں رچی مری شب نے نہ دن ہونا جانا
لَکَ بَدْرٌ فِی الْوَجْہِ الْاَجْمَل خط ہالۂ مہ زلف ابرِ اجل
تورے چندن چندر پرو کنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
اَنَا فِیْ عَطَشٍ وَّ سَخَاکَ اَتَمّ اے گیسوئے پاک اے ابر کرم
برسن ہارے رم جھم رم جھم دو بوند ادھر بھی گرا جانا
یَا قَافِلَتِیْ زِیْدِیْ اَجَلَکْ رحمے بر حسرتِ تشنہ لبک
مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا
وَاھًا لِّسُوَیْعَاتٍ ذَھَبَتْ آں عہد حضورِ بارگہت
جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینہ کا جانا
اَلْقَلْبُ شَجٍ وَّالْھَمُّ شَجُوْنٌ دل زار چناں جاں زیر چنوں

پت اپنی بپت میں کا سے کہوں مرا کون ہے تیرے سوا جانا
اَلرُّوحُ فِدَاکَ فَزِد حَرقًا یک شعلہ دگر برزن عشقا
مورا تن، من، دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا
بس خامۂ خام نوائے رضاؔ، نہ یہ طرز میری نہ یہ رنگ میرا
ارشادِ احبا ناطق تھا، ناچار اس راہ پڑا جانا

تشریح:

(۱) ہزار ڈھونڈنے سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا دوسرا کسی کو نظر نہ آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ جیسا دوسرا کسی ماں نے جنا ہی نہیں، دنیا کی بادشاہی کا تاج ربّ العزت نے آپ کے سر پر سجایا ہے۔ آپ بلا شک و شبہ دونوں جہانوں کے شہنشاہ ہیں۔

(۲) سمندر پر مدو جزر کی کیفیت طاری ہے اور موجیں طغیانی کی حالت میں ہیں۔ آقا! میں بے سہارا ہوں اور طوفان نے ہوش و حواس اُڑا دیے ہیں، میری کشتی گناہ و معصیت کے بھنور میں پھنسی ہوئی ہے۔ للہ اسے گردابِ بلا سے نکال کر بحفاظت ساحلِ مراد پر پہنچا دیجئے۔

(۳) اے آفتاب تو نے میری رات کی کیفیت دیکھ لی ہے۔ تیرے ہوتے ہوئے بھی وہ تاریک کی تاریک ہے۔ تجھ سے التجا ہے کہ جب تیری روشنی طیبہ کی سرزمین پر پہنچے تو شہ عالی وقار کی خدمتِ عالی میں میری طرف سے التجا کرنا کہ آپ کے اُجالے کی روشنی سے دنیا بھر میں نورانیت کی چمک دمک پھیلی ہوئی ہے، للہ میری تاریک رات کو بھی روشنی سے جگمگا دیں۔

(۴) آپ کے حسین وجمیل چہرہ کے نقوش میں چودھویں رات کے چاند کی تابندگی جلوہ افروز ہے۔ آپ کے چہرہ مبارک کا خط چاند کے ہالہ کی مانند پرکشش ہے اور زلف ہے کہ ایک ذیشان ابر کی مانند ترنم بار ہے۔ اے چودھویں رات کے چاند تو بارانِ رحمت کی مانند ہے، اپنی عطا و بخشش کے صدقے میں مجھ گنہگار پر بھی رحمت کے چھینٹے برسا دے۔

(۵) اے ساقیٔ کوثر! میں پیاسا ہوں (اور آپ کی سخاوت کا منتظر ہوں) کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ اے پاک گیسوؤں والے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) تُو تو لطف و کرم کا بادل ہے، تو مترنم انداز میں چھم چھم برس کر پیاس بجھاتا ہے۔ ازراہِ کرم میری تشنہ لبی کو بجھانے کے لئے تھوڑے سے قطرے اس ناچیز پر بھی برسا دیجئے۔

(۶) اے دیارِ حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) جانے والو اپنے قافلے کے قیام کی مدت زیادہ

کیجئے، مجھ تشنہ لب کی حالت زار پر رحم کیجئے، میرا ناتواں جی طیبہ سے بلاوا آنے کے انتظار میں بے تابی سے دھڑک رہا ہے۔

(۷) ہائے افسوس چاہت کی وہ چند گھڑیاں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے تصور میں دیکھتے ہی دیکھتے گذر گئیں۔ جب وہ پیارے لمحات یاد آتے ہیں تو مدینہ منوّرہ کو جانے کی کسک تازہ ہو جاتی ہے۔

(۸) اے میرے آقا و مولےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میرا قلب ناتواں گھائل ہے اور رنج و الم بے شمار ہیں، دل بھی فگار ہے اور جان بھی مجروح ہے۔ میں اپنے درد و الم کی داستان کہوں تو کس سے کہوں۔ اللہ جلّ جلالہٗ کی اس وسیع کائنات میں آپ کے سوا میرا کون ہے؟

(۹) میری جان آپ پر قربان اپنے عشق کے شعلے کی تپش کو اور زیادہ فرمائیں۔ میرا سب کچھ تو اس نے جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ ایک جان باقی رہ گئی ہے سو اسے بھی آتش عشق کی نذر کر دے۔

(۱۰) اے رضا کے قلم! شاعری کے اس انداز کو اب ختم کر (عربی اور ہندی کا امتزاج) نہ تو میری شاعری کا طرز ہے اور نہ رنگ، دوستوں کی فرمائش تھی مجبوراً اس طرز میں طبع آزمائی کرنا پڑی۔

اب ملاحظہ کیجئے وادیٔ کشمیر جنت نظیر کے ایک فرزند لالہ بیلی رام رام کشمیری نے کتنے اپنائیت کے عالم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ عالی میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے۔ فرماتے ہیں

آپ وہ ہیں، کبریا کے دل میں گھر ہے آپ کا	آپ اس کے پیارے ہیں اور وہ ہے دلبر آپ کا
رات ہو، دن ہو، سحر ہو، شام ہو یا دوپہر	منتظر رہتا ہے سائل کے لئے در آپ کا
جو ہمارے پاس ہے وہ آپ کا ہے یا نبی	جانِ شیریں آپ کی، دل آپ کا، سر آپ کا
گر تمنا ہے کوئی تو ہے یہی دل میں میرے	رات دن دیکھا کروں روئے منوّر آپ کا

رامؔ کو چاہے زمانہ چھوڑ دے پرواہ نہیں
رامؔ سے لیکن نہ چھوٹے گا، نبی! در آپ کا

(جاری ہے)

قافلہ سالارِ کربلا علیہ السلام کے حضور

سید احمد ناصر گیلانی

جب تلک ہر قافلہ صحرا میں لُٹتا جائے گا
تب تلک ابنِ علی باطل سے لڑتا جائے گا

تو اگر لوٹا نہ پیاسوں کی مدد کو یا حُسینؑ!
العطش کا شور دُنیا بھر میں بڑھتا جائے گا

جتنی جلدی پائے گا انساں شعورِ شاہ کو
اتنی جلدی ظلم گھٹتا اور سمٹتا جائے گا

جو بھی اُجڑے گا تیری تقلید میں باطل کے ہاتھ
وہ رسولِ پاک کی آنکھوں میں بستا جائے گا

آج تک آتی ہے صحرا سے صدائے بازگشت
جو بھی باطل سے نہ ٹکرایا وہ مٹتا جائے گا

پُوچھتے ہیں تم سے پستہ قد یزیدی ابنِ سعد
کیا قدِ شبیّر یُوں تا حشر بڑھتا جائے گا

سیّد الشہداء حضرت امام حُسین علیہ السلام

سیّد خورشید احمد شاہد القادری

یہ مُحرم الحرام کا مقدس مہینہ ہے اس کی دسویں تاریخ کو جو جانیں راہِ خدا میں کرب و بلا کے تپتے ہوئے صحرا میں قربان ہوئیں دُنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ جوان علی اکبر کی لاش سامنے تڑپ رہی ہے، عون اور مُحمد خاک و خون میں غلطاں ہیں، حضرت زہرا کا لعل، حضرت مُحمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نُورِ نظر معصوم علی اصغر کو گود میں لئے آ رہے ہیں۔ ظلم کا تیر معصوم علی اصغر کے پیاسے حلق کو چیرتا ہوا امام حُسین علیہ السلام کے بازو کو چھید کر گزر جاتا ہے۔ گرتا ہوا خون حضرت امام حُسین علیہ السلام چلو میں اٹھاتے ہیں اور آسمان کی طرف پھینک کر عرض کرتے ہیں۔ یا اللہ! یہ تو ایک علی اصغر ہے اگر ہزار علی اصغر ہوں تو ایک ایک کر کے تیرے نام پر قربان کروں گا، اگر تیری رضا اسی میں ہے تو حُسین بھی یونہی راضی ہے۔

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

آپ نے اپنی جان کی بھی قربانی دے کر جوشِ ایمانی اور مکمل استقامت کا عظیم مظاہرہ کیا جو مسلمان اسلام کے دشمن کے ہاتھوں مارا جائے اور خُدا کی راہ میں اپنی جان قربان کر دے تو فرمانِ خداوندی کے مطابق ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اپنی قبروں میں پاکیزہ زندگی گزار رہا ہے۔ اس کو باقاعدہ طور پر رزق ملتا ہے، اپنے زائرین کو جانتا ہے، ان کے لئے دُعائے حاجات کرتا ہے اور اسے شہید کہا جاتا ہے۔ ان شہیدوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے "اور جو خُدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں (سورہ البقرہ، آیات نمبر ۱۵۴، کنزالایمان)

دوسری آیت میں فرمایا "اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں ہرگز انہیں مُردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، شاد ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اور خوشیاں منا رہے ہیں۔ اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ، نہ کچھ غم، خوشیاں منا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا" (آلِ عمران ۱۶۹)

وفا کے ان مجسموں نے اپنی جانوں کو قربان کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کی زندگی عطا فرمائی۔
حضورِ اکرم نُورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "مؤمن نہیں مرتے بلکہ فانی دُنیا کے گھر سے آخرت کی طرف منتقل ہوتے ہیں"۔ دُوسرا فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ "موت ایک پُل ہے، ایک دوست کو اپنے دوست کے پاس پہنچاتی ہے"۔

بہت سی احادیثِ مبارکہ میں ہے اور کتابوں کے حوالوں سے ثابت ہے کہ شہدا انبیاء کرام اور صالحین بلکہ تمام مؤمن بندے زندہ ہیں۔ خیال رہے کہ شہید کے خون کا پہلا قطرہ جب زمین پر گرتا ہے تو اسے دیدارِ الٰہی نصیب ہو جاتا ہے، دُوسرا یہ کہ شہید کے جسم پر کسی قسم کا بھی زخم آئے تو اسے قطعاً کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ شہید جب جنت میں جائے گا تو عرض کرے گا "اے ربِ کریم! میں نے تیری جنت دیکھ لی ہے اس کے میوے کھا چکا ہوں، نہروں سے شہد، دودھ وغیرہ پی لیا مگر یا اللہ! مجھے تیری جنت میں لذت نہ آئی" پروردگارِ عالم فرمائے گا "میری راہ میں جان قربان کرنے والے میری جنت میں کس چیز کی کمی ہے، یہاں تو جنتی کی ہر خواہش پُوری ہو جاتی ہے" شہید عرض کرے گا "یا اللہ! مجھے وہ لذت جو میدانِ جہاد میں دشمن کی تلوار کی دھار کے نیچے آتی ہے یہاں نہیں ملتی، میری گردن ہو، میرا جسم ہو اور دشمن کے گھوڑے، پھر تیری راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں، یہ عمل مجھے تیری جنت سے پیارا ہے"۔

جب محرم کا مہینہ آتا ہے تو دلوں کے اندر شہادت کا جذبہ موجزن ہوتا ہے اور شہادت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو کربلا کے میدان میں جاں نثارانِ مُصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نصیب ہوئی تھی۔ جن کی گواہی آج بھی کربلا کی تپتی ہوئی ریت کے ذرّے دے رہے ہیں۔ وہ شہیدِ کربلا جن کے مُنہ میں سرورِ عالمیان حضرت مُحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے لعابِ دہن ڈالا، جن کی تربیت خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمائی ہے۔ اس تربیتِ مُصطفیٰ کا اثر تھا کہ تیروں کی بارشیں، نیزوں کے سر اور تلواروں کی دھاریں بھی امام حسین علیہ السلام کے سر کو یزید کے سامنے نہ جھکا سکیں اور فرمایا کہ جو سر اللہ تعالیٰ کے دربار میں جھکتا ہے وہ کسی دنیوی بادشاہ کے سامنے نہیں جھکتا۔

لگا دی ہے میرے محبوب نے ایسی لگن مجھ کو | گزاروں گا اسی لذت میں باقی کی عمر اپنی

سیّدنا حضرت امام حُسین علیہ السلام کی ولادت کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی خبر

مشہور ہو چکی تھی۔ حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "حضرت جبرائیل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ حُسین سرزمینِ فرات میں شہید کیا جائے گا تو میں نے جبرائیل سے کہا کہ ان کی جائے شہادت کی مٹی لا کر دکھاؤ۔ بس یہ مٹی وہاں سے لائے، پھر وہ مٹی حضورِ اکرم نُورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُمِ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دی۔ اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مٹّی کو شیشے میں ڈال لیا جب امام حُسین علیہ السلام میدانِ کربلا میں شہید ہوئے تو وہ مٹی مدینہ منورہ میں خُون بن گئی۔

بالآخر وہ وقت آیا کہ حضرت امام حُسین علیہ السلام مدینہ منورہ سے مکّہ مُعظمہ کی طرف روانہ ہونے کی تیاری کرنے لگے اور رخصت ہونے سے پہلی رات کو اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضری دی اور عرض کیا " نانا جان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) میں وہی حُسین ہوں جس کے لئے ہرنی اپنا بچہ لے کر آئی تھی۔ میں فاطمہ کا وہ لعل ہوں جس کا گہوارہ فرشتے جُھلاتے تھے۔ میں وہی شہزادہ ہوں جس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے کندھوں پر سوار فرمایا کرتے تھے۔ زار و قطار روتے ہوئے یہ عرض کرتے کرتے آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سر مبارک کو گود میں لے کر فرما رہے ہیں "اے لختِ جگر! تو بہت جلد ہم سے ملے گا، میں دیکھ رہا ہُوں کہ تو میرے پاس بُھوکا پیاسا جگر لے کر آ رہا ہے۔ یہ مُقدس اور پاکیزہ جسم خاکِ کربلا سے آلود ہو گا۔ یہ رخسار خُونِ حلقوم سے رنگین ہوں گے، بیٹا حسین! صبر کرنا" تھوڑی دیر بعد آنکھ کُھل گئی اور اپنی ماں فاطمۃُ الزہرا علیہا السلام کی تُربتِ اقدس پر حاضر ہوئے اور عرض کیا "امّی جان! آپ کا پیارا حُسین حلقوم کٹوانے جا رہا ہے۔ آپ سے رخصت ہونے کو آیا ہے، قبر سے آواز آئی مشیتِ الٰہی میں مجال دم زدن نہیں، میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں" امّی جان کی قبر سے آ کر مکّہ معظمہ کی تیاری کرنے لگے۔ ۲۷ رجب المرجب ۶۰ھ کو تاریخ کو جب رات کی تاریکی چھا چکی تھی ہر طرف خاموشی ہی خاموشی تھی اس ہی تاریخ کو حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جسمانی طور پر معراج تشریف لے گئے تھے اور یہی تاریخ شہیدِ کربلا کے سفر کی ہے اور یہ کربلا کی معراج شہادتِ عظمیٰ کی معراج ہے۔ امام حُسین علیہ السلام مکہ پہنچ کر شعب ابی طالب میں مقیم رہے، ان کی آمد کی صحابہ کرام میں بڑی خوشی تھی مگر قُدرت کا ارادہ کچھ اور تھا۔ کوفہ والوں نے مسلسل خطوط لکھے، ان کا مضمون ابنِ

خلدون نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: "اب ہم پر کوئی امام نہیں ۔ آپ آیئے تاکہ آپ کے ذریعہ خُدائے تعالیٰ ہمیں حق پر جمع کر دے ۔ اگرچہ کُوفہ کا گورنر نعمان شاہی محل میں ہے مگر اس کے ساتھ ہم نہ جمعہ میں شریک ہوتے ہیں نہ عید میں اور ہم کو جب معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لائیں گے تو ہم اس کو اس طرح نکال دیں کہ وہ شام میں ہی جا کر دم لے گا"

اسی اثناء میں کُوفہ والوں کے اور پیغام آئے تو آپ نے صحابۂ کرام سے مشورہ کیا اور فیصلہ ہوا کہ پہلے حضرت مسلم بن عقیل کو کُوفہ بھیجا جائے وہ جا کر وہاں کے حالات لکھیں، جاتے ہوئے امام مسلم اپنے صاحبزادے محمّد اور ابراہیم کو بھی ساتھ لے گئے ۔ کوفہ میں مسلم بن عقیل کا شاندار استقبال کیا گیا ۔ ایک ہی دن میں کُوفہ کے چالیس ہزار آدمی آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے ، گورنر نعمان نے کچھ تعرض نہ کیا ۔ ان کی یہ محبت دیکھ کر امام مسلم نے امام حُسین علیہ السلام کو لکھا کہ حالات ٹھیک ہیں آپ فوراً تشریف لائیں ۔ جب یزید کو علم ہوا کہ کُوفہ والوں نے امام حُسین علیہ السلام کی بیعت قبول کر لی ہے اور مسلم کوفہ کے والی ہو گئے ہیں اور گورنر نے لاپرواہی سے کام لیا تو یزید نے نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا ۔ ابن زیاد نے بڑی چالاکی سے کام لے کر ایک قافلہ کی شکل میں وہی راستہ اختیار کیا جو مکّہ مکرمہ سے آتا تھا ۔ شام کے وقت ابنِ زیاد اپنا مُنہ چھپائے شہر میں داخل ہوا ۔ لوگوں نے سمجھا "کہ امام حُسین علیہ السلام تشریف لائے ہیں" ۔ خُوشی کے نعرے لگاتے ہوئے ابنِ زیاد کے ساتھ ہو لئے ، کسی نے یہ نہ دیکھا کہ نعرے کس کے ہم لگاتے ہیں ۔ ابنِ زیاد تیزی سے قلعہ کے دروازہ پر پہنچا اور قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر چہرے سے پردہ اُلٹ دیا کُوفہ والوں کو غلطی کا احساس ہوا ۔ ابنِ زیاد نے کہا کہ تم نے مسلم سے بیعت کر کے ہمارے غضب کو دعوت دی ہے ۔ صبح سورج طلوع ہوتے ہی تمہارے مکانات جلا دیئے جائیں گے ، تمہاری گردنوں پر ہماری تلواریں چلیں گی ، بہتر یہ ہے کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے مسلم سے بیعت توڑ دو"

ادھر ابنِ زیاد نے چالیس معززین کو قلعہ میں بلا کر گرفتار کیا اور جب اس کو مسلم کا پتہ چلا کہ ہانی کے گھر میں ہے تو ہانی کو بلا کر کہا تم نے میرے دشمن کو پناہ دی ہے ۔ اگر تیری دوستی کا پاس نہ ہوتا تو ابھی تیری گردن اُڑا دیتا " ہانی نے کہا کہ دوستی کا پاس کرتے ہو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت کا لحاظ نہیں کرتے ؟ یہ سُن کر غصہ میں آ کر ظالم نے اسی وقت ہانی کو شہید کرا دیا ۔ امام مسلم گھر سے نکلے تو دیکھا کہ ابنِ زیاد کی فوج کے گھیرے میں ہیں

مسلم نے اپنے صاحبزادوں کو قاضی شریح کے حوالے کر دیا۔ محمدی شیر (مسلم) نے ایک ہی حملہ سے ساری فوج کو بھگا دیا۔ ابن زیاد نے مزید فوج بھیج دی مگر اتنی دیر میں کچھ مزید کوفی مسلم کے ساتھ مل چکے تھے رفتہ رفتہ ان کی تعداد پچاس ہزار ہوئی اور آ کر قلعہ کا محاصرہ کیا۔ ابنِ زیاد گھبرا گیا اس نے چالاکی سے کام لے کر وہ چالیس معززین جو پہلے گرفتار کئے گئے تھے کو کہا کہ تم قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر اپنے اپنے قبیلہ اور رشتہ داروں کو کہو کہ واپس چلے جائیں ورنہ قلعہ پر حملے سے پہلے ہمارے سر جسموں سے الگ کر دیئے جائیں گے۔ کوفیوں نے واپس جانا شروع کر دیا اور مغرب تک ایک بھی امام مسلم کے ساتھ نہ رہا۔

امام مسلم نے "طوعہ" کے گھر پناہ حاصل اور ادھر ابنِ زیاد نے اعلان کیا کہ جس نے مسلم کو پناہ دی وہ قتل کر دیا جائے گا" طوعہ کے بیٹے نے فوراً ابنِ زیاد کو خبر دی کہ مسلم ہمارے گھر میں پناہ گزین ہیں۔ ابنِ زیاد کے سپاہیوں نے گھر کا محاصرہ کیا۔ امام مسلم اس خیال سے گھر سے باہر تشریف لائے کہ شاید امام حُسین علیہ السلام یہاں پہنچے ہوں گے۔ دروازے سے قدم باہر رکھتے ہوئے پیچھے سے دو سپاہیوں نے اچانک حملہ کر دیا۔ ظالم کی تلوار آپ کے سر پر لگی آپ زمین پر گرے اور گرفتار ہو کر ابنِ زیاد کے دربار میں پیش کئے گئے۔ ابنِ زیاد نے کہا "مسلم لوگوں میں تم تفرقہ ڈالتے ہو" امام مسلم نے فرمایا ہم عدل و انصاف قائم کرنے اور کتاب و سُنت کے دعوت دینے آئے ہیں"۔ ابنِ زیاد نے کہا کتاب و سُنت کہاں اور تم کہاں، تو امام مسلم نے فرمایا "کتاب و سُنت ہمارے گھر سے لوگوں کو ملی ہے" ابنِ زیاد نے کہا "میں تمہیں قتل کر دوں گا" مسلم نے فرمایا "بے شک تیری خباثت اور کمینگی کی انتہا ہو چکی ہے" یہ جرأت مندانہ جواب سُن کو ابنِ زیاد نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ آپ کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے شہید کر دیئے گئے۔ ان کے متعلق حضرت شاہ احمد رضا خان فرماتے ہیں

جن کو دھوکے سے کُوفے بلایا گیا | جن کو بیٹھے بٹھائے ستایا گیا
جن کی گردن پہ خنجر چلایا گیا | جن کے بچوں کو پیاسے رلایا گیا

سانحۂ کربلا میں خون کی پہلی لکیر حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کے خون سے کھنچی گئی۔ محمد اور ابراہیم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) دونوں معصوم بچے قاضی شریح کے پاس ان حالات سے بے خبر تھے۔ امام مسلم کی شہادت کے بعد ابنِ زیاد نے اعلان کی کہ امام مسلم کے دو بچے جس نے پکڑ کر پیش کئے اس کو بے پناہ انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کو سُن کر قاضی شریح

پریشان ہو گئے، اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ قاضی نے دونوں بچے سینے سے لگائے اور کہا کہ یہ رونے کا وقت نہیں، سپاہی تمہاری تلاش میں ہیں۔ کہیں تمہاری آہ وبُکا کی آواز نہ سُن لیں، میں تم کو عراق والے قافلے کے ساتھ کر دیتا ہوں۔ آگے خُدا کو منظور ہوا تو مدینہ منورہ پہنچ جاؤ گے" قاضی صاحب نے اپنے بیٹے اسد کو کہا "ان بچوں کو قافلہ کے ساتھ ملا آؤ" جب اسد نے بچوں سے کہا جلدی کرو، دوڑ کر قافلہ سے مل جاؤ، دونوں بچے بہت دور چلے، پاؤں زخمی ہو گئے، دوڑتے دوڑتے تھک گئے۔ رات آئی بڑے بھائی نے کہا رات ہو گئی ہے کہیں سو جائیں۔ چھوٹے نے کہا بھائی جان! کہیں سپاہی گرفتار نہ کر لیں۔ کُوفہ تو اب بھی نزدیک ہے، رات کو بھی سفر کرنا چاہیئے۔ دُور سے ایک سپاہی نے ان کو دیکھ کر گرفتار کر لیا۔ ابنِ زیاد کے دربار میں پیش کر دیا۔ ابنِ زیاد نے ان کو جیل بھجوا دیا اور کھانا پینا بھی ان پر بند کر دیا۔ جیل کا داروغہ بہت نیک اور صالح انسان تھا۔ اُن کو آدھی رات کو کھانا کھلا کر قادسیہ کی راہ کی طرف لے گیا اور اپنی انگوٹھی دے کر کہا "سیدھا قادسیہ چلے جاؤ وہاں میرا بھائی کوتوال ہے اسے یہ انگوٹھی دے کر سارا ماجرا سُناؤ۔ وہ کسی طرح تم کو مدینہ پاک پہنچا دے گا بچے تمام رات دوڑتے رہے، صبح ہوئی پھر کُوفہ کے بازار نظر آ رہے تھے۔ مظلومیت کی انتہا ہے، پاؤں میں زخم آئے، دشمن کا ملک ہے، ذرہ ذرہ خُون کا پیاسا ہے، کوئی سہارا نہیں، پیاس بُجھانے کے لئے ایک تالاب کے کنارے گئے۔ ایک عورت پانی کے لئے آئی تھی ان دونوں کو دیکھ کر پوچھا تم کون ہو؟ بچوں نے کہا ہم مسلم بن عقیل کے بیٹے ہیں، یہاں ہمارا کوئی نہیں، ہم بے قصور ہیں۔ عورت کی آنکھوں میں آنسو آئے اور بولی "بچو! گھبرانا نہیں میں جس کی کنیز ہوں وہ اہلبیت سے محبت رکھنے والی عورت ہے۔ میرے ساتھ ہی چلو وہ تمہاری خدمت کرے گی۔ عورت دونوں کو لے کر اپنی مالکہ کے پاس آئی اور کہا جنت کے دو پھول لائی ہوں، یہ امام مسلم کے نورِ نظر ہیں۔ اس عورت نے دونوں بچوں کو گود میں لے کر پیار کیا، کھانا کھلایا اور پھر مکان کے پچھلے حصّہ میں سلا دیا اور کنیز کو سختی سے کہا یہ راز میرے خاوند سے پوشیدہ رکھنا وہ تو انہیں تلاش کر رہا ہے دُنیا کی لالچ نے اس کی آنکھوں میں دُھول جھونک دی ہے، وہ اندھا ہوا جاتا ہے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اس عورت کا شوہر گھوڑے سے اُترا اور اپنی بیوی سے کہا "جلدی کرو کھانا لاؤ میں چاہتا ہوں کہ مسلم کے بچوں کو گرفتار کر سکوں۔ ہم لوگ انعامات سے مالا مال کر دیئے جائیں گے، اتنی دولت ملے گی کہ تم سنبھال نہ سکو گی، عورت نے کہا میں ایسی دولت پر لعنت بھیجتی

ہوں، صد لعنت ہے تیرے ارادہ پر، ظالم ان بچوں کو قتل کر کے کیا لو گے میدان حشر میں خُدا کی بارگاہ میں مُنہ کیسے اٹھاؤ گے" عورت کے خاوند حارث نے کہا " میں ایسی نصیحت نہیں سُننا چاہتا اگر کھانا تیار ہے تو لاؤ ورنہ میں جا رہا ہوں" اتنے میں مکان کے اندر سوئے ہوئے دونوں بچے خواب میں اپنے والد کو دیکھتے ہیں اور چیخ مار کر اپنے والد سے چمٹ جاتے ہیں، ان کی آواز حارث کے کان میں پہنچی۔ عورت سے پوچھا یہ کون رو رہا ہے، ہمارے گھر میں کون ہے عورت نے کہا کہیں پڑوس سے آواز آ رہی ہے۔ "ظالم نے جا کر دروازہ کھولا دیکھ کہ دونوں بچے ایک دوسرے سے لپٹ کر رو رہے ہیں۔ ظالم نے دونوں کے سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا اور باہر لے آیا، نازک رخساروں پر طمانچے مارے، عورت نے چھڑانے کی کوشش کی مگر اس نے تلوار مار کر بیوی کو زخمی کر دیا اور کہا "خبردار اپنی جان کی خیر چاہتی ہو تو خاموش رہو۔ بیوی نے شوہر کے قدموں میں اپنا سر رکھ کر کہا "اے ظالم ان بچوں کو کیوں قتل کرتے ہو، ہم قیامت کے دن حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کیا مُنہ دکھائیں گے" ظالم نے اپنی بیوی کی اس آہ و زاری کی بھی کوئی پرواہ نہ کی اور دونوں بچوں کو زمین پر گرا کے بے تحاشا مارنا شروع کر دیا، مارتا ہوا دریا کے کنارے لے گیا۔ وہاں پہنچ کر دونوں بچوں نے کہا "اگر تجھے مال کی ضرورت ہے تو ہمیں فروخت کر دو اور اگر یہ نہ ہو تو ابنِ زیاد کے پاس لے چل جو وہ چاہے کرے گا۔ حارث نے کہا "تمہیں فروخت کرنے سے مجھے اتنی دولت نہیں ملے گی جتنی ابنِ زیاد دے گا" ظالم نے تلوار اُٹھائی تو چھوٹا آگے بڑھا اور کہا پہلے مجھے قتل کرو، بڑے نے کہا "نہیں پہلے مجھے قتل کرو، میں اپنے چھوٹے بھائی کی لاش تڑپتی ہوئی نہیں دیکھ سکتا" حارث نے کہا "تمہیں قتل ہونے کا بہت شوق ہے"۔ بچوں نے کہا "تو لذتِ شہادت سے آشنا نہیں ہے آخر دونوں سجدے میں گرے اور سجدے کی حالت میں ظالم نے ان کے سر جسموں سے الگ کر دیئے۔ جسموں کو دریا میں پھینک دیا اور سروں کو لے کر ابنِ زیاد کے دربار میں پیش کر دیا۔ ابنِ زیاد نے کہا "انعام مانگتا ہے تو نے بہت بُرا کیا، اگر یزید نے بچے طلب کر لئے تو کیا ہو گا؟ پھر ابنِ زیاد نے کہا "کون ہے جو حارث کو اس جگہ قتل کرے جہاں اس نے ان بچوں کو قتل کیا ہے۔ چنانچہ اسے وہاں لے جا کر قتل کر دیا گیا اور یوں ان معصوموں کا سفاک قاتل فوراً اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

ادھر سیدنا حضرت امام حُسین علیہ السلام کو جب امام مسلم کا پیغام پہنچا تو صحابۂ کرام سے مشورہ کیا۔ بہت سے جلیل القدر صحابہ ان کُوفہ جانے سے روکتے تھے کہ کُوفہ والوں کی بد

عہدی مشہور ہے ، وہ آپ سے تعاون نہیں کریں گے ۔ آپ نے فرمایا میں سب جانتا ہوں مگر اس سفر میں ایک زبردست راز ہے اور وہ یہ کہ میں نے اپنے والد سے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "ایک بکری مکہ مکرمہ میں ذبح ہو گی اور اس کے ذبح ہونے سے کعبۃُ اللہ کی بے حرمتی ہو گی اس دن سے ڈر رہا ہوں کہ میں ہی نہ بن جاؤں"۔ دُوسرا یہ کہ امام مسلم نے بھی کُوفہ سے خط لکھا کہ ہے کہ جلد تشریف لائیں ، حالات ٹھیک ہیں ، چنانچہ ایک قافلہ کی صورت میں روانہ ہوئے ۔ مقامِ شقوق پر امام مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ امام مسلم کی اٹھارہ سالہ بیٹی بھی تھیں ۔ آپ ان سے زیادہ پیار کرتے تھے اور بار بار اپنا دستِ شفقت اُن کے سر پر رکھتے تھے ۔ وہ کہنے لگیں "آج تو میرے ساتھ یتیموں کی طرح شفقت کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ میرے بابا شہید ہو گئے ہیں ۔ اس بات کو سُن کر امام حُسین علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آئے اور کہا بیٹی صبر کرو اور تم مجھے اپنا باپ سمجھو"

امام مسلم کی شہادت کی خبر سُن کر آپ نے قافلہ والوں سے فرمایا "جو واپس جانا چاہتے ہیں چلے جائیں مگر امام مسلم کے بھائیوں نے کہا ہم ضرور بدلہ لیں گے ۔ ہم یزید کی فوجوں کا مقابلہ کریں گے ۔ پھر سفر شروع ہوا اور ایک مقام پر پہنچے تو آپ نے دریافت کیا یہ کون سا مقام ہے جواب دیا گیا یہ "ماریہ" ہے ۔ پھر فرمایا "کوئی دُوسرا نام بھی ہے" جواب دیا گیا کہ اس کا نام کربلا ہے ۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا ارض کرب وبلا اللہ اکبر مجھے تو یہاں کی بشارت دی گئی تھی ۔" اس میدان میں پہنچنے سے پہلے جب راستے میں حُر بن یزید لشکر لے کر آپ نے سامنے آیا تو نمازِ ظہر کے بعد حضرت امام حُسین علیہ السلام نے اس سفر کی پہلی تقریر فرمائی ۔

"لوگو! میں خود نہیں آیا مجھے تمہارے خطوط اور قاصد لائے ہیں ۔ تم نے کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ، آپ آیئے کہ آپ کے ذریعے خُدا ہمیں سیدھی راہ پر لگا دے ۔ لوگو! اگر تم خُدا سے ڈرو اور حقدار کا حق پہچانو تو یہ خُدا کی رضا کا موجب ہو گا ۔ کُوفیوں نے ڈیڑھ سو کے قریب خطوط لکھے کہ تم یہاں آؤ ۔ اس لئے ہم نے یہاں آنے کا قصد کیا ۔ آپ لوگ بھی کُوفے کے رہنے والے ہیں ، اپنے وعدوں پر قائم رہیں"

ابنِ زیاد نے حُر پر زور لگایا اور برابر خط بھیجتا رہا کہ امام حُسین علیہ السلام کو گرفتار کر لے لاؤ لیکن حُر نے امام حسین علیہ السلام کے قدموں میں سر رکھ دیا اور گرفتار نہ کیا ۔ عمرو بن

سعد نے پانچ ہزار سوار اور پیادہ کے ساتھ ساتویں محرّم کو منگل کے دن کربلا میں پہنچ کر فرات کے کنارے خیمے لگائے اور امام حُسین علیہ السلام پر پانی بند کر دیا۔ اس نے اپنی فوج سے کہا کہ خبردار پانی کا ایک قطرہ بھی امام حُسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نہ دیں۔ اس میدان میں امام حُسین علیہ السلام کو انتہائی تکالیف کا سامنا ہوا۔ چھوٹے بچوں نے کہا کہیں سے پانی لائیں کہ حلق تر ہو جائیں۔ لیکن امام حُسین علیہ السلام نے فرمایا پانی ہم پر بند کر دیا گیا ہے۔

امام حُسین علیہ السلام سمجھے کہ اب دشمن ضرور لڑیں گے تو خیمہ کے ارد گرد خندق کھدوائی اور اس کا ایک دروازہ رکھا کہ اس سے نکل کر لڑیں اور اس خندق میں آگ جلا دی کہ کوئی بدبخت وہاں تک نہ جا سکے۔ امام حُسین علیہ السلام کا خیمہ دھوپ میں ریت پر لگا ہوا تھا۔ دشمن ہر طرف سے جنگ پر آمادہ تھے۔ حضرت عباس علمدار ساتھیوں کے ساتھ پانی لینے گئے لیکن دشمنوں نے پانی نہ دیا اور انہیں زخمی کر دیا اور ساتھیوں کو شہید کر دیا۔ اہلِ خیمہ العطش العطش پُکار رہے تھے۔ عباس لہولہان واپس امام حُسین علیہ السلام کے خیمہ میں پہنچے۔ سارے اہلِ خیمہ پیاس سے بے تاب ہونے لگے امام حُسین علیہ السلام نے اتمام حُجت کے لئے ابنِ سعد کو پیغام بھیجا کہ میں تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہُوں۔ عمرو بن سعد یہ سُن کو چند خواصی کے ساتھ خیمہ سے باہر آیا اور امام حُسین علیہ السّلام نے اپنے بھائی عباس علمدار اور بیٹے علی اکبر کے ساتھ خیمہ سے قدم بڑھایا۔ آپ نے اُن سے خطاب فرمایا کہ "اے لوگو! دیکھو ہم کون ہیں، تم میرا نام جانتے ہو، میرا حسب نسب پہچانتے ہو، اپنے اپنے دلوں میں سوچ کر کہو کہ تم کو میرا گلا کاٹنا روا ہے، کیا میں زہرا کا بیٹا نہیں ہوں، کیا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا نواسہ نہیں ہُوں، کیا میں علی المرتضیٰ کا بیٹا نہیں ہُوں، کیا میرے نانا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) نے نہیں فرمایا کہ الحسن و الحسین سیّد شباب اهل الجنة حسن اور حُسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں، کیا میرے نانا نے مجھے اپنے کندھوں پر نہیں چڑھایا، تم خُدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس جاؤ گے تو کیا مُنہ دکھاؤ گے۔ لشکریوں نے یہ سُن کر سر جُھکا لئے اور کچھ جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد اپنے خیمے کی طرف مُتوجہ ہو کر ابنِ سعد سے فرمایا کہ انشاء اللہ میرے قتل کے بعد تو بھی جلد مارا جائے گا۔ اس کے بعد اپنے خیمے میں آئے اور سارے اہلبیتِ کرام کو صبر کی نصیحت فرمائی۔ بیبیاں رونے لگیں، آپ نے رونے سے منع فرمایا اور نظر آسمان کی طرف اُٹھا کر کہا "اے ربِ ذوالجلال! تو خُوب جانتا ہے کہ کُوفیوں نے بیعت کر کے کیسی بے

وفائی کی ، تو انصاف فرما"

پھر اہلبیتِ کرام اور ساتھیوں کو بُلا کر فرمایا " آپ سب نے حقِ خدمت ادا کیا تم سب سے راضی ہوا اور میرا خُدا بھی تم سے راضی ہے۔ میرے نانا جان (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) بھی تم سے راضی ہیں۔ کربلا میں میری شہادت لکھی گئی ہے۔ میں یہاں سے ٹل نہیں سکتا، میں ناچار ہُوں اور میں بڑی خوشی سے آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ سب چلے جائیں۔ سب یہ سُن کر رونے لگے اور عرض کی کہ آپ کو دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں چھوڑ سکتے اگر ہم چلے جائیں تو خُدا اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو کیا مُنہ دکھائیں گے، ہم آپ پر اپنی جانیں قربان کرنا چاہتے ہیں"

دسویں مُحرم کو امام حُسین علیہ السّلام اور اہلبیت تین دن سے بھُوکے پیاسے ہیں، خُدا کی عبادت میں مشغول ہیں۔ سب کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار نصیب ہوا۔ خواب میں فرمایا " اے فرزند! دین کے دشمن تجھے قتل کرنے کے لئے تیار ہیں اور پھر بھی میری شفاعت کے اُمیدوار ہیں، یہ لوگ میری شفاعت سے محروم ہیں۔ تم صبر کرو میرے کام اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جاؤ۔ اُف نہ کرو، عنقریب شہادت کا درجہ پاؤ گے"۔ پھر امام حُسین علیہ السلام کے سینے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پھیر کر فرمایا "یا خداوندا! حُسین کو اس وقت صبر دے اور شہادت کے اجر سے نواز دے" شب گُزر گئی، صبح ہوئی، امام حُسین علیہ السّلام نے خواب سُنایا۔ اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں۔ آپ نے فرمایا بہن مت روئیں، سارے اہلبیت کو بُلائیں کہ الوداع کا وقت آگیا ہے۔ تمام آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر روتے رہے۔ آپ نے سب کو گلے لگایا، پیار کیا اور پھر جنگ شروع ہو گئی۔ اتمامِ حُجت کے لئے پھر امام حُسین علیہ السّلام نے ابنِ سعد کے لشکر سے خطاب فرمایا اور گُذشتہ باتیں یاد دلائیں۔ ابنِ سعد کے لشکر میں بائیس ہزار آدمی تھے اور ادھر بہتر آدمی تھے۔ جب یہاں کے پچاس آدمیوں نے شہادت پائی تو امام حُسین علیہ السّلام نے بآوازِ بلند فرمایا " ہے کوئی فریاد کو پہنچنے والا کہ حرمِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بچا لے۔ صد افسوس اے لوگو! کلمہ نبی کا پڑھتے جاتے اور مسلمانی کا دعویٰ کرتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسے کے قتل کے درپے ہو" یہ بے صبری کے الفاظ نہ تھے بلکہ اتمامِ حُجت کی غرض سے بیان فرمائے۔

حُر بن یزید جو ابتداء میں لشکر کا سردار تھا، یہ سُن کر اُس نے ابنِ سعد سے فرمایا "تم ضرور امام حُسین علیہ السلام سے لڑنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا "ہاں میں لڑنا چاہتا ہُوں" حُر نے کہا خُدا کے سامنے کل کیوں کر جائے گا، رسولِ خُدا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کو کیا مُنہ دکھائے گا" اور پھر گھوڑے سے اُتر کر امام حُسین علیہ السّلام کے پاس آئے اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر اسے بوسہ دیا، نعلین کو آنکھوں سے لگایا۔ اس کے بعد حُر کے بھائی مصعب و علی اور غلام عزہ بھی امام حُسین علیہ السّلام سے آن ملے۔ یہ سب اجازت لے کر ابنِ سعد سے لڑے اور جامِ شہادت نوش کیا۔ پھر جعفر بن عقیل ان کے بھائی عبدالرحمان بھی بڑی جوانمردی سے لڑے، پھر عون اور محمد بھی شہید ہو گئے اور حسن بن حُسین اور قاسم بھی دینِ اسلام کی عصمت پر قربان ہو گئے۔ سب بھائیوں نے امام حُسین علیہ السّلام کے سامنے شہادت پائی۔ حضرت عباس علمدار نے میدانِ جنگ کی تیاری فرمائی۔ امام عالی مقام علیہ السّلام نے فرمایا "اے عباس آپ علمدار ہیں، آپ مت جائیں، لیکن اُنہوں نے عرض کی ہم ضرور جائیں گے اور پھر بڑی جوانمردی کے ساتھ لڑے اور یزیدی لشکر کو ہلا کر رکھ دیا اور شہادت کے بلند رُتبہ پر فائز ہوئے اور پھر علی اکبر اور علی اصغر کی شہادت ہوئی۔ اب امام عالی مقام علیہ السّلام گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ تنِ تنہا میدانِ جنگ کا عزم کیا، حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام بیماری کے باعث بستر پر پڑے تھے۔ امام حُسین علیہ السّلام نے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا عمامہ مبارک اپنے سرِ اقدس پر باندھا، حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈھال لی اور نعرۂ تکبیر کے ساتھ میدانِ کارزار میں تشریف لائے۔ ابنِ سعد کا لشکر گھبرا گیا اور عمرو بن سعد کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ ابنِ سعد کے لشکر کے سامنے آکر پھر اِتمامِ حُجت کی خاطر آپ نے خطاب فرمایا "اے لوگو! تم نے ہمیں خط بھیج کر بُلوایا اور بلا گُناہ میرے عزیزوں کا لہو مرے روبرو بہایا اب بھی زُنار توڑ کر آؤ، میرے خونِ ناحق سے ہاتھ اُٹھاؤ، ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نواسے ہیں، ہمارے رونے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ میں وہی حسین ہوں" یہ تقریر سُن کر کُوفیوں کے دلوں میں گھبراہٹ پیدا ہوئی۔ کُوفی رونے لگے اور آپ کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگے۔ شمر وغیرہ بدبختوں نے جب یہ دیکھا کہ کام بگڑتا نظر آ رہا ہے تو یزید کے خوف سے کُوفیوں کو ڈرایا، دھمکایا اور پھر امام عالی مقام سے کہنے لگا "جب تک آپ یزید کی بیعت نہ کریں گے ہم آپ کو نہ چھوڑیں گے"

شمر نے لشکر کے درمیان گھوڑا دوڑایا اور کُوفیوں کو دھمکایا کہ امام حُسین علیہ السّلام کو بات نہ کرنے دو اور انہیں گھیر کر مارو، ان کی گردن اتار لو۔ پھر جنگ شروع ہوئی امام حُسین علیہ السّلام بڑی بہادری کے ساتھ اپنے نانا رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کی سربلندی کے لئے لڑے۔ دشمن نے حملے شروع کئے، کُوفیوں نے حق سے مُنہ موڑا اور یکدم آپ علیہ السّلام کو تاک تاک کر تیر مارنا شروع کر دیئے۔ سب تیر آپ کے ارد گرد گر گئے، پھر جو بھی آپ کے سامنے آیا آپ اسے قتل کر دیتے۔ آپ پر شدید پیاس کا غلبہ ہوا، ایک قطرہ بھی میسر نہ تھا۔ فوج آئی اور امام حُسین علیہ السّلام اور دریائے فرات کے درمیان حائل ہو گئی۔ آپ نے فرات سے خیمہ تک آتے آتے چار سو دشمنوں کے سر کاٹ دیئے۔ کربلا کے میدان میں دشمنوں کی لاشوں کے انبار لگ گئے اور خیمہ میں امام حُسین علیہ السّلام پہنچ گئے۔ بی بی زینب کلثوم اور شہر بانو علیہما السلام کو تسلی دے کر سکینہ اور عابد بیمار کو گلے لگایا اور پھر اہلبیت سے الوداع ہو کر فرمایا "یہ آخری دیدار ہے، اب پھر ملاقات جنت میں ہوگی"

اس معرکۂ حق و باطل میں ایک تیر امام حُسین علیہ السّلام کی پیشانی مبارک پر ایسا پیوست ہوا کہ تمام چہرۂ انور لہو سے تر بتر ہو گیا۔ آپ نے وہ تیر اپنی پیشانی سے کھینچ کر پھینک دیا، خُون کا فوارہ آپ کی پیشانی سے اُمڈ پڑا۔ آپ بار بار مُنہ پر ہاتھ پھیرتے تھے اور خُون لے لے کر مُنہ اور سر پر ملتے تھے کہ آج نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور اس طرح لہولہان جاؤں گا، علی المرتضیٰ علیہ السّلام کو خُون آلودہ رخسار دکھاؤں گا اور عرض کروں گا "آپ کے اُمتیوں نے میرا یہ حال کیا ہے" سارے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے اور دشتِ کربلا کو میرے لہو سے لال کیا۔ پھر قبلہ رو بیٹھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز ہونے لگا۔ عرض کیا "خُدایا حسین فقط اُمت کی بخشش کے لئے یہ سب صدمہ سہ گیا، تو میرے نانا جان کی اُمت کو معاف فرما دے"۔ دیر تک یہ کیفیت جاری رہی، زخموں سے سیلاب خُون جاری، دل میں شکرِ حق، زبان پر بخشش اُمت کی دُعا اور گھوڑے سے اس حال میں زمین پر آئے اور پھر کئی آدمی بار بار آپ کا سر تن سے جُدا کرنے کی غرض سے آئے لیکن شرم سے سر جُھکا کر واپس چلے جاتے۔ آپ علیہ السّلام سجدہ میں گئے، شمر لعین پہنچا اور چہرۂ انور پر تلوار ماری اور دسویں محرم ۶۱ھ جمعہ کے دن ٹھیک دوپہر ڈھلتے ۵۶ برس ۵ ماہ ۵ دن کی عمر میں زبان مبارک سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ مُحمّدٌ رَّسُولُ اللہ کا ورد کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

اقبال بحضورِ امام عالی مقام علیہ السلام

سیّد محمد انور شاہ قادری

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز | چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

اس کائنات میں حق و باطل کی آویزش ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے۔ ہر دور میں اسلام و کفر کی جنگ جاری رہی۔ اسلام کی تائید و حمایت کرنے والے افراد اور گروہ کو جنود الرحمان (رحمان کا لشکر) اور کفر کے پیروکاروں کو جنود الشّیطان (لشکرِ شیطان) کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ یہ دوسری جماعت اوّل الذکر پر ہمیشہ ظلم و ستم کے پہاڑ توڑتی رہی، انہیں قسم قسم کی اذیتوں میں مبتلا کرتی رہی تاکہ یہ حق پرستی سے باز آ کر ان کے ناپاک ارادوں کی تکمیل میں رکاوٹ پیدا نہ کر سکیں لیکن اس سلسلے میں انہیں ہمیشہ مایوسی و ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیسی قوت بھیس بدل بدل کر کبھی نمرود، کبھی شدّاد، کبھی فرعون اور کبھی ابوجہل و ابولہب کی صورت میں نمودار ہوتی رہی جبکہ اُن کے سامنے حق کے نمائندے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السّلام، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم عزم و ہمت اور جرأت و استقامت کے پہاڑ بن گئے اور طاغوتی طاقتوں کو پاش پاش کر دیا۔ یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ ہر دور کی ابلیسی گروہ ظاہری طور پر سلطنت، مال و دولت اور عسکری قوت سے لیس ہے جبکہ دوسری طرف رحمانی گروہ انتہائی بے سرو سامانی کے عالم میں مقابلے پر صف آراء ہو جاتا ہے۔ یہ ایک عجیب و غریب راز ہے جو عقل و حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے اسے سوچنے اور غور، فکر کرنے پر مجبور کر دیتا ہے کہ حق پرستوں کے پاس بھی ضرور کوئی مخفی قوت ہوتی ہے جس کے باعث وہ کفر کی بے پناہ مادی قوت کو خاطر میں نہیں لاتے اور نہ ہی اس سے مرعوب ہوتے ہیں۔

شاعرِ مشرق علامہ محمد اقبال اس مخفی یا روحانی قوت کو عشق کے نام سے یاد فرماتے ہیں جو مختلف اوقات و ادوار میں نئے نئے انداز سے جلوہ افروز ہوا۔ اس شعر میں وہ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

صدقِ خلیل بھی ہے عشق، صبرِ حسین بھی ہے عشق | معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اس شعر میں تاریخ اسلام کی تین جلیل القدر ہستیوں کے کردار کو خراجِ تحسین پیش

کرتے ہوئے اسے عشقِ حقیقی کا مظہر قرار دیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ سے جو عشق تھا اس کا مظاہرہ بھی دُنیا والوں نے دیکھا کہ جب آپ کو اپنے اکلوتے بیٹے اور بڑھاپے کے سہارے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو بارگاہِ الٰہی میں قربان کرنے کا حکم خواب میں ہوا تو آپ نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا اور امام الانبیاء، صاحبِ لولاک، احمد مجتبیٰ حضرت مُحمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم نے جس بے سرو سامانی کی حالت میں مُٹھی بھر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ساتھ مُشرکین کے لاؤ لشکر کا مقابلہ بدر و حنین میں کیا یہ بھی عشقِ الٰہی کی ایک روشن مثال ہے اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے نواسے سیّدُ الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السّلام نے یزید کے ظلم و ستم کے سامنے جس صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا وہ بھی عشقِ الٰہی کی ایک تابندہ مثال ہے۔ پھر شاعر مشرق امام حسین علیہ السّلام کے حضور ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں

آں امامِ عاشقاں پورِ بتول | سرو آزادے ز بُستانِ رسول
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر | معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر
بہر آں شہزادۂ خیر الملل | دوش ختم المرسلیں نعم الجمل
سرخ رو عشقِ غیور از خُونِ او | شوخیٔ ایں مِصرع از مضمونِ او
درمیان اُمّت آں کیواں جناب | ہمچو حرف قُل ھو اللہ در کتاب
موسیٰ و فرعون و شبّیر و یزید | ایں دو قوت از حیات آید پدید
زندہ حق از قوتِ شبّیری است | باطل آخر داغ حسرت میری است

ترجمہ و تشریح:

امام حُسین علیہ السلام جو بنتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم سیدۃُ النساء حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا کے صاحبزادے ہیں۔ اسی آغوشِ مادر کی پرورش کا اثر تھا جس نے امام عالی مقام حضرت امام حُسین علیہ السّلام کو عُشاق کا امام بنا دیا اور آپ گلشن رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے سرو آزاد ہیں یعنی امام الانبیاء جناب احمدِ مجتبیٰ حضرت مُحمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کی تعلیمات و تربیت نے آپ کے اندر جذبہ حریت و آزادی پروان چڑھایا جس کا مشاہدہ دنیا والوں نے میدان کربلا میں کیا۔

امام عالی مقام کے والد گرامی مرتبت حضرت امام الاولیاء، سند الاتقیاء، حیدر کرار،

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہُ الکریم کی عظمت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کے والد ماجد تو بائے بسم اللہ ہیں ۔ اس میں امام الاولیاء کے اس ملفوظ مبارک کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہُ الکریم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: جو کچھ قرآن میں ہے وہ سورۃ الفاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورۃ الفاتحہ میں ہے وہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں ہے اور جو کچھ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ میں ہے وہ بِسۡمِ اللّٰہِ کی "ب" میں ہے اور جو کچھ "ب" میں ہے وہ اس کے نقطہ میں ہے اور "ب" کا وہ نقطہ میں ہوں ۔

اس میں جناب شیرِ خدا کے بحرِ علم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان بھی ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے ۔ شاعرِ مشرق سید الشہداء کی تین نسبتوں یعنی والدہ ماجدہ، نانا جان اور والدِ گرامی مرتبت کے بیان کرنے کے بعد اب حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ تو ذبحِ عظیم کے معانی و مفہوم ہیں ۔ یہ تلمیح قرآنی ہے ۔ ارشاد ربانی ہے کہ و فدیناہ بذبحِ عظیم

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو سچا کرتے ہوئے اپنے محبوب اور اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق مبارک پر چھری پھیری تو اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السّلام کی جگہ جنت سے ذبح بھیج دیا جو اس موقع پر حضرت خلیل اللہ نے قربان فرمایا اور حضرت خلیل اللہ کی سُنت ملتِ اسلامیہ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں جاری ہوئی اور ۱۰ ذوالحجہ کو پوری دنیا میں مسلمان اسی سنتِ مبارکہ کی یاد میں قربانی کرتے ہیں لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے حضرت امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام نے ۱۰ محرم ۶۱ ہجری کو میدان کربلا میں عظیم الشان جانی قربانی پیش کر کے ذبحِ عظیم کے معانی کو واضح فرمایا۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم | نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیل

تیسرے شعر میں امام عالی مقام کے علو مرتبت بیان کرتے ہوئے تلمیح حدیث بیان کرتے ہیں کہ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمام سابقہ اُمتوں سے بہتر ہے اور اس بہترین اُمت کے شہزادے حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں جنہیں اپنے نانا جانؐ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک کندھوں پر سواری کرنے کا شرف حاصل ہے ۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک روز حضور نبیؐ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم امام عالی مقام کو اپنے دوش مبارک پر سوار کر کے باہر نکلے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آ رہے تھے۔ اُنہوں نے جب یہ صورتحال ملاحظہ فرمائی تو فرمایا "کتنی اعلیٰ سواری ہے" تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "سوار بھی تو اعلیٰ ہے"۔

چوتھے شعر میں اقبال فرماتے ہیں کہ سید الشہداء علیہ السلام کے خون سے عشقِ غیور سرخرو ہو گیا یعنی عشقِ حقیقی کامیاب ہو گیا۔ لہٰذا آپ کی ذاتِ اقدس کتابِ عشق کا عنوان قرار پا گئی اور عُشاق کے لئے مشعلِ راہ بن گئی۔ اب اسی مینارۂ نور کی روشنی میں عشق کی منزلیں طے ہوں گی۔ اس شعر میں امام حسین علیہ السلام کی عظمت کو آشکارا کرنے کے لئے قرآنِ مجید کی سورۂ اخلاص کی مثال پیش کی ہے کہ جس طرح قرآنِ مجید میں جو مقام سورۂ اخلاص کو حاصل ہے وہی مقام ملتِ اسلامیہ مُحمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضرت امام حُسین علیہ السلام کا ہے یعنی توحید کو عقائدِ اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اور یہ انتہائی جامعیت کے ساتھ اس سورۂ مبارکہ میں بیان کی گئی۔ اسی طرح امام عالی مقام علیہ السلام کی ذاتِ اقدس کو اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ممتاز مقام حاصل ہے کیونکہ کلمۂ توحید کی حفاظت و استحکام کے لئے آپ نے جو بے مثال قربانی پیش فرمائی وہ تاریخِ اسلام میں اساسی حیثیت رکھتی ہے۔

چھٹے شعر میں اقبال فرماتے ہیں کہ حق و باطل کی نبرد آزمائی ازل سے چلی آ رہی ہے جس طرح کہ فرعون کی باطل قوت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توڑی اسی طرح فرعون کا کردار ادا کرنے والے یزید نے جب اسلام کی بیخ کنی شروع تو امام عالی مقام علیہ السلام نے اپنے خون سے شجرِ اسلام کی آبیاری فرما کر اسے زندہ و تابندہ فرما دیا۔

آخری شعر میں یہ حقیقت بڑے واضح الفاظ میں یوں بیان فرمائی کہ دینِ حق کی زندگی کا دارومدار امام عالی مقام کی قُوّت پر ہے اور یہی قوتِ شبیری حق ہے اور اس سے ٹکرانے والی باطل قوت آخرکار ناکامی و نامرادی کی حسرت دل میں لئے فنا ہو جاتی ہے اس کے لئے ذلت کی موت امر ہو چکی ہے۔

شاعرِ مشرق امام عالی مقام علیہ السلام کی شہادتِ عظمیٰ اور سانحۂ کربلا کی تفصیلات اپنی ایک فارسی نظم "سرِ حادثہ کربلا" میں بیان کی ہیں اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں

سرِ ابراہیم و اسماعیل بود	یعنی آں اجمال را تفصیل بود
عزم او چوں کوہساراں استوار	پائیدار و تند سیر و کامگار

تیغ بہرِ عزتِ دین است و بس
مقصد او حفظِ آئین است و بس

ماسوا اللہ را مسلمان بندہ نیست
پیش فرعونے سرش افگندہ نیست

خونِ او تفسیر ایں اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد

تیغ لا چوں از میاں بیروں کشید
از رگِ ارباب باطل خوں کشید

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطرِ عنوانِ نجات ما نوشت

رمزِ قرآں از حسینؑ آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

ترجمہ: شاعرِ مشرق فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا واقعہ اجمال تھا جس کا راز میدانِ کربلا میں امام عالی مقام کی قربانی میں تفصیل سے ملتا ہے چونکہ آپ اسی اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں سے تھے اور آپ نے اپنے جدِ اعلیٰ خلیل اللہ و ذبیح اللہ کے جذبات عشقِ الٰہی سے سرشار ہو کر اپنے بیٹوں، بھتیجوں، بھانجوں، رشتہ داروں، دوستوں، عقیدت مندوں کو بھی راہِ حق میں پیش فرمایا اور آخر میں اپنی جان بھی راہِ خدا میں قربان کر دی۔ امام حسینؑ علیہ السلام کے ارادے پہاڑوں کی طرح مضبوط تھے۔ ریگزارِ کربلا میں یزید کی طاغوتی طاقت کے قیامت خیز طوفان و مصائب آپ کے عزم صمیم کو متزلزل نہ کر سکے اور آپ اپنے مقصد میں کامیاب و کامران ہوئے۔ تلوار یعنی جہاد کا اصل مقصد دین کی حفاظت ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں یعنی اسے حصولِ اقتدار اور مال و دولت کے لئے استعمال نہیں کیا جانا چاہیئے۔

مسلمان کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہے یہ صرف اسی ربّ تعالیٰ کے سامنے سر جھکاتا ہے کہ اپنے وقت کے کسی فرعون کو اپنا آقا و مولیٰ تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی اس کے سامنے جبینِ نیاز خم کرتا ہے۔

امام عالی مقام کی شہادت سے یہ راز بھی آشکار ہوتا ہے کہ آپ نے سوئی ہوئی قوم کو بیدار کر دیا اور تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد یزید کے خلاف مسلمانوں کا زبردست ردِ عمل دیکھنے میں آیا اور انہوں نے یزید کی بیعت توڑ کر حضرت عبداللہ بن زبیر کو اپنا امیر بنا لیا اور یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ قوم کے اندر یہ جرأت و حریت پیدا کرنے کا سہرا سید الشہداء علیہ السلام کے سر ہے۔ جب امام عالی مقام نے "لا" کی تلوار یعنی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی سربلندی اور شریعتِ مطہرہ کی حفاظت کے لئے اپنی تلوار میان سے نکالی تو یزید کے باطل پرست سپاہیوں کی رگوں سے خون نچوڑ لیا اور ان کی شہ رگ کاٹ کر رکھ دی۔ اس شعر میں شاعرِ مشرق نے امام حسینؑ علیہ السلام کی جرأت و شجاعت کا ذکر فرمایا

ہے اور یہ حقیقت ہے کہ تین دن کے بھوکے پیاسے امام حُسین علیہ السلام جب گھوڑے پر سوار ہو کر ذوالفقارِ حیدری ہاتھ میں لئے یزیدی فوج پر حملہ آور ہوئے تو وہ بھیڑ بکریوں کی طرح بھاگنے لگے اور ان کے اندر اس وقت بھی آپ کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں تھی اور دُنیا والوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کی حقانیت خود ملاحظہ کی کہ "حُسین کو میری جرأت و شجاعت میراث میں ملی ہے"

حضرت امام عالی نے اپنے مقدس خون سے کربلا کے ذرّے ذرّے پر اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسمِ گرامی کو نقش فرما دیا کہ اگر کوئی معبودِ برحق ہے تو وہ صرف اللہ ہے۔ صرف اسی کے سامنے یہ سر جھکایا جا سکتا ہے اور اس کے عمل کے ذریعے ہماری نجات کا سامان بھی فراہم کر دیا کہ باطل کے سامنے کبھی مت جھکو۔ اور یہی وہ قرآنی حقیقت ہے کہ جس کا راز ہمیں امام حُسین علیہ السلام نے سکھایا کہ مومن کا جینا اور مرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، کسی دوسرے سے خوف نہیں کھاتا اور اس کے دل میں عشقِ الٰہی موجزن ہوتا ہے جو اسے ناقابلِ تسخیر بنا دیتا ہے اور عشقِ حقیقی کی یہی شمع وہ ہمارے قلوب میں روشن کر گئے ہیں جس کی گرمی اور روشنی سے ہمارے دلوں میں حرارت، تڑپ اور درد و سوز پیدا ہو چکا ہے۔

مثنوی کے آخری شعر میں شاعرِ مشرق بادِ صبا کو مخاطب کر کے عرض پرداز ہیں۔

اے صبا اے پیک دور افتادگاں | اشکِ ما بر خاکِ پاک او رساں

اے بادِ صبا تو عشاق کے پیغامات ان کے محبوبوں تک پہنچانے کا فریضہ ادا کرتی ہے چونکہ میں اپنے محبوب یعنی امام عالی مقام حضرت امام حُسین علیہ السلام سے بہت دُور ہندوستان میں رہتا ہوں جبکہ سیّد الشہداء کا مزارِ پُر انوار کربلا کی سرزمین پر واقع ہے۔ لہٰذا تجھ سے التماس ہے کہ اے صبا تو امام عالی مقام کے غم میں نکلنے والے میرے آنسو حضرت امام حُسین علیہ السلام کے مرقدِ انور پر پہنچا دے اور میری قلبی کیفیت کا حال ان کی بارگاہ بے کس پناہ میں عرض کر دے۔

شاعرِ مشرق نے اپنے اُردو اور فارسی کلام میں متعدد مقامات پر اہلبیتِ اطہار خصوصاً امام عالی مقام حضرت امام حُسین علیہ السلام کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے جن میں سے بطور مشتے خروارے یہ چند اشعار اور ان کا ترجمہ و تشریح پیش کی گئی ہے تاکہ علامہ اقبال کے افکار کی روشنی میں ملتِ اسلامیہ سیّد الشہداء علیہ السلام کی عظمت و رفعت سے آگاہی حاصل کر سکے اور ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے حق کی سربلندی کے لئے اپنا کردار ادا کر سکے۔

استفتاء

(تولیت مسجد و مزارات پر گنبد بنانا)

مفتی خلیل الرحمان قادری گلوزوی
مہتمم دار العلوم شیر ربانی حاجی آباد شکر پورہ روڈ پشاور۔

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلوں میں؟

(۱) زید نے اپنی مملوکہ زمین پر مسجد تعمیر کی اور اس کو وقف کر دیا لیکن زید نے مسجدِ مذکورہ کی تولیت اور اس کی نگرانی اپنے لئے مخصوص کی اور بعد وفات اپنی اولاد کے لئے مختص کر دی۔ قریب چالیس سال تک زید اپنی مسجد میں خود امامت کرتا رہا اور ساتھ ہی اس کی تعمیر و مرمت کو بھی انجام کرتا رہا۔ زید نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مسجد کی تولیت اور تعمیر و مرمت و دیگر امور متعلقہ کا اختیار اپنے لڑکے کے سپرد کیا اور قریب بیس سال سے زید کا لڑکا مسجدِ مذکورہ کی امامت اور تعمیر و مرمت وغیرہ کو بطریقِ احسن انجام کرتا آرہا ہے۔ اب عمرو بکر وغیرہ کہتے ہیں کہ زید کو کوئی حق نہیں کہ زید مسجد کی ولایت، امامت اور سرپرستی اپنے لڑکے کو سپرد کر دے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے جو مسجد کی تولیت اور امامت اپنے لئے اور بعد وفات اپنی اولاد کے لئے مختص کی ہے تو شرعاً یہ صحیح ہے یا کہ عمرو بکر وغیرہ کا قول صحیح ہے۔ مُدلل جواب ارقام فرما کر مشکور فرماویں۔

(۲) زید کا والد انتقال کر چکا ہے جو عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت پرہیزگار اور مُقتدائے قوم تھا۔ زید کا خیال ہے کہ اپنے والد مرحوم کی قبر کا جو احاطہ ہے زمین کے اوپر پکی اینٹوں سے محدود کر لے اور سرہانے کوئی کتبہ جس پر اُن کا نام اور تاریخِ وفات کُندہ ہو لگا دے۔ زید کے لئے شرعاً ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں۔ جواب باصواب سے مطمئن فرماویں۔ بینوا توجروا

المستفتی: مولوی عبد الجلیل مکنہ تکیہ شریف ڈاکخانہ دھنپت گنج ضلع پورنیہ انڈیا۔

الجواب

زید جس نے اپنی مملوکہ زمین مسجد کے لئے وقف کی اور اس پر مسجد بنائی تو اس کے لئے بلا شبہ اس مسجد کا متولی بننا جائز ہے اگر وہ کسی اور شخص کو متولی نہ کرے، مُقرر نہ کرے تب

بھی وہ متولی ہے اور یہی اظہر مذہب ہے۔ "درمختار" میں ہے

جعل الواقف الولایۃ لنفسہ جاز بالاجماع وکذا لو لم یشترط لاحد فالولایۃ لہ وھو ظاھر المذھب

ترجمہ: واقف نے مسجد کی تولیت اپنے لئے مقرر کر دی تو یہ جائز ہے اسی طرح اگر اس نے مسجد کی تولیت کی شرط نہ رکھی ہو تو بھی وہی ولی رہے گا اور ظاہر مذہب یہی ہے۔

اور شامی میں ہے

وقولہ جاز بالاجماع کذا ذکرہ الزیلعی وقال ان شرط الواقف فیراعٰی

(شامی جلد ۳ ص ۳۸۴)

ترجمہ: اور یہ قول کہ جاز بالاجماع ہے زیلعی نے اس کو ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر واقف نے کوئی شرط رکھی ہے تو اس کی رعایت کی جاوے گی۔

اور "درمختار" میں ہے

البانی للمسجد اولٰی من القوم بنصب الامام المؤذن فی المختار

ترجمہ: بانی مسجد امام اور مؤذن مقرر کرنے میں بہ نسبت قوم کے زیادہ اولٰی ہے قولِ مختار میں۔

اور اسی طرح شامی میں ہے

البانی اولٰی وکذا ولدہ اولٰی من غیرھم (شامی جلد ۳ ص ۳۱۴)

ترجمہ: بانی مسجد اولٰی ہے اور اسی طرح اس کا لڑکا اور اس کی اولاد تولیتِ مسجد کے لئے دوسروں کی بہ نسبت اولٰی ہے۔

تنبیہ: اس دوسری عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ نہیں۔ زید کا اپنے بعد اپنی اولاد کو مسجد کا امام اور متولی بنانا محض جائز نہیں بلکہ بہ نسبت دوسروں کے اولٰی اور افضل ہے۔ اس لئے عمرو بکر وغیرہ کا یہ کہنا کہ زید کو اور اس کے لڑکے کو مسجد کی تولیت و نگرانی و امامت کا کوئی حق نہیں بالکل غلط اور تصریحاتِ فقہاء کے خلاف ہے۔ کتبِ فقہ میں فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی نے زمین وقف کر کے اس پر مسجد تعمیر کر لی اور یہ شرط رکھی کہ مسجد کی تولیت اس کی رہے گی اور اس کی وفات کے بعد اس کی اولاد کے لئے رہے گی تو یہ صحیح ہے اور اس سے وقف میں کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ ھدایہ میں ہے

و اما فصل الولایۃ فقد نص فیہ علی قول ابی یوسف فھو قول ھلال ایضاً و ھو ظاھر المذھب الٰی آخرہ (ھدایہ جلد ۲ صفحہ ۶۲۳)

ترجمہ: یعنی ولایت کے بارے میں "قدوری" نے فتویٰ دیا ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر اور ایسا ہی قول ہے ھلال کا اور یہی ہے ظاہر مذہب۔

خلاصہ یہ کہ واقف کی شرط عند الشرع صحیح ہے اور مسجد کی تولیت اپنے لڑکے کی طرف تفویض کرنا اس کے لئے شرعاً جائز ہے جس میں کسی قسم کا حرج نہیں۔ لہٰذا مخالفین کا قول عند الشرع غیر مسموع، غیر معتبر ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) معلوم ہونا چاہئے کہ قبر کو اندر سے پختہ کرنا یعنی اس میں پکی اینٹ یا لکڑی لگانا منع ہے۔

"شرح وقایہ" میں ہے

ویکرہ الاجر والخشب اے داخل القبر (شرح الوقایہ ص ۲۵۷ جلد ۱)

اور اسی طرح ص ۱۵۷ جلد ۲ "ھدایہ" میں بھی ہے مطلب یہ ہے کہ قبر کے اندر پکی اینٹ یا لکڑی لگانا منع ہے۔

صورتِ مسئولہ میں جبکہ زید کے والد مقتداء قسم کے لوگوں میں سے تھے تو فقہاء کرام نے ایسے برگزیدہ شخص کی قبر پر قبہ وغیرہ بنانے کا جواز ذکر کیا ہے تاکہ زائرین اور ایصالِ ثواب کرنے والوں کو اس کی قبر بھی معلوم ہو سکے اور عوام الناس اس کو تعظیم کی نگاہ سے دیکھیں اور کوئی اس کی تحقیر نہ کرے۔ اس بارے میں تفسیر "روح البیان" میں ہے

قال الشیخ عبدالغنی النابلسی فی کشیف النور عن اصحاب النور --- ما خلاصۃ ان البدعۃ الحسنۃ الموفقۃ لمقصور الشرع تسمی سنۃ فناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء و وضع التور العمائم والثبات علی قبورھم امر جائز اذا کان القصد بذلک التعظیم فی اعین المعامۃ حتی لا یحتقر و اصاحب ھذا القبر و کذا ایقاد القنادیل و الشمع عند قبور الاولیاء و الصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضاً للاولیاء فالمقصد فیھا مقصد حسن و نذا الزیت والشمع للاولیاء لو قد عند قبورھم تعظیما لھم و محبۃ

فیهم جائز ایضا لا ینبغی النهی عنه۔ بطوله (تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۴۰۰)

ترجمہ: علامہ شیخ عبدالغنی النابلسی نے اپنی کتاب "کشف النور" میں فرمایا ہے کہ قبورِ علماء و اولیاء اور صلحاء پر قبّے (گنبد) بنانا اور ان حضرات کی قبور پر غلاف چڑھانا یا پگڑی وغیرہ کا رکھنا، یہ ایک جائز امر ہے جبکہ اس سے مراد تعظیم ہو لوگوں کی نظر میں تاکہ وہ صاحبِ قبر کی تحقیر نہ کریں اور اسی طرح مزاراتِ اولیاء کے پاس قندیل اور شمع روشن کرنا بھی ان حضرات کے اجلال اور تعظیم کے زمرہ میں ہے جو کہ اچھا مقصد ہے لہٰذا یہ بھی جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں اسی طرح اولیاء اور صلحاء کی محبت اور ان کی تعظیم کے لئے اگر ان کے مزارات پر شمع یا چراغ جلایا جائے تو یہ بھی جائز ہے اور اس سے منع نہ کیا جائے۔

علامہ اسماعیل حقّی حنفی جو علوم ظاہری اور باطنی سے مالا مال تھے، نے اس عبارت کو اپنی تفسیر "روح البیان" میں تحریر کرنے سے یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ تمام اُمور شرعاً بالکل جائز ہیں جو لوگ مذکورہ اُمور سے منع کرتے ہیں جن کے لئے (من ادیٰ لی ولیا) حدیث قدسی میں وعید شدید وارد ہے۔

شیخ محقق عبدالحق مُحدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مدارج النبوۃ" میں فرماتے ہیں "در مطالب المومنین گفتہ است کے مباح داشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود بر قبورِ مشائخ و علماءِ مشہور تا زیارت کنند ایشاں را مردم و اسراحت یابند دراں الیٰ آخرہ بطولہ (مدارج النبوۃ جلد ۱، ص ۷۷)

ترجمہ: حضرت علامہ شیخ محقق محدث دہلوی "مدارج النبوۃ" میں فرماتے ہیں کہ سلف علماء حضرات نے مباح کہا ہے اس کو کہ مشائخ اور علماءِ مشہور حضرات کی قبور پر قُبّہ وغیرہ تعمیر کیا جائے تاکہ لوگ ایصالِ ثواب کے لئے ان کے مزارات کی زیارت کریں اور وہاں آرام حاصل کریں اور وہاں بیٹھیں۔ شیخ محقق مذکور نے مزید اسے "مفاتیح شرح مصابیح" سے نقل کیا ہے اور کہا کہ میں نے بخارا میں دیکھا کہ اینٹوں کے ساتھ قبروں کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں اور اس کو علامہ اسماعیل زاہد نے جائز فرمایا جو کہ مشاہیر فقہاء کرام سے ہیں --- انتہیٰ۔

اسی طرح مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب دفن المیت میں ہے۔

قدر رباح السلف النباء علی قبور المشائخ والعلماء المشهورین لیزورهم الناس الی آخره

ترجمہ: سلف علماء کرام نے مشائخ اور علماءِ کرام کی قبروں پر عمارت بنانے کو جائز فرمایا

ہے تاکہ لوگ ان کے مزارات کی زیارت کریں اور وہاں بیٹھیں آرام حاصل کریں۔

قانونِ شریعت میں حضرت العلامہ مولانا احمد شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں

مسئلہ : علماء و سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں کوئی حرج نہیں لیکن قبر کو اندر سے پختہ نہ کیا جائے (قانون شریعت ص ۱۲۸)

فقیہ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں

قبور پر قبے بنانا امام حسن علیہ السلام کی دختر فاطمہ کے فعل اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور محمد بن حنیفہ کے فعل سے اس کا جواز ثابت ہے اور علامہ قاری نے "مجمع البحار" اور محقق محدث شیخ عبدالحق نے "مرقاۃ" میں جو بنا علی القبور کی اباحت سلف سے نقل کی ہے اس سے یہی آثار مراد ہیں ورنہ علامہ قاری صاحب اور شیخ محقق ایسے شخص نہیں ہیں کہ سلف سے بغیر ثبوت کے اباح سلف کہہ دیں۔ (دلائل المسائل ص ۲۲۵)

شیخ طریقت حضرت العلامہ مولانا محمد مظہری دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "فتوی مظہری" میں فرماتے ہیں کہ انبیاء، اولیاء، علماء، صلحاء کی قبور پر قبہ بنانا جائز ہے (فتاویٰ مظہری ص ۴۲۱)

حضرت العلامہ مولانا محمد مہرالدین "بہار جنت" میں لکھتے ہیں علماء و مشائخ اور سادات کی قبور پر قبہ وغیرہ بنانے میں کچھ حرج نہیں اور قبر کو اندر سے پختہ نہ بنایا جائے اگر اندر خام اور اوپر پختہ ہو تو حرج نہیں (بہار جنت ص ۲۷۹)

شیخ عبدالقادر الرافعی "تقریرات رافعی" میں فرماتے ہیں

فناء القباب علی قبور العلماء و الصلحاء و وضع التور و العمائم و الثیاب علی قبورهم امر جائز (تقریرات رافعی جلد ۱ ص ۱۲۳)

ترجمہ: علماء و صلحاء کی قبروں پر گنبد بنانا اور غلاف و پگڑیاں و کپڑے (یعنی جھنڈے) ان کی قبروں پر جائز کام ہے۔

حضرت العلامہ مولانا امجد علی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "بہارِ شریعت" میں بحوالہ "در مختار" تحریر فرماتے ہیں

"علماء و سادات کی قبور پر قبہ بنانے میں کوئی حرج نہیں اور قبر کو پختہ (اندر سے) نہ کیا جائے"

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مراۃ شرح مشکوۃ شریف" میں فرماتے ہیں "اس طرح کی قبور کے آس پاس عمارت یا قبہ بنایا جائے یہ عوام کی قبروں پر ناجائز

ہے کیونکہ بے فائدہ ہے۔ علماء و مشائخ کی قبروں پر جہاں زائرین کا ہجوم رہتا ہے بنانا جائز ہے"
(مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ ص ۴۸۹)
یہی حکیم الامت مراۃ شریف میں دوسری جگہ فرماتے ہیں

لما مات الحسن بن الحسن بن علی ضربت امراتہ القبۃ

کے تحت لکھتے ہیں "مرقاۃ میں ہے کہ قُبّہ احباب کے جمع ہونے اور ان کی قبر پر تلاوتِ قرآن اور فاتحہ پڑھنے کے لئے تھا، عبث یا ناجائز نہ تھا کہ اہلبیتِ اطہار ایسا کام کبھی نہ کرتے خصوصاً صحابہؓ کرام کی موجودگی میں۔
"اشعۃ اللمعات" نے فرمایا کہ خود آپ کی بیوی ایک سال تک اس قُبّہ میں حضرت حسنؓ کی قبر پر رہیں (مرآۃ جلد ۲ ص ۵۱۴)

فقالوا ابنوا علیھم بنیانا (سورہ الکھف نور العرفان ص ۳۶۲)

موصوف "نور العرفان" فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کی قبروں پر قُبّہ بنانا جائز و درست ہے کیونکہ ربّ تعالیٰ نے ان کا یہ قول بغیر تردید کے نقل فرمایا جو علامت جواز ہے (نور العرفان)

حضرت العلامہ محمد عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "صحیح العقائد" میں فرماتے ہیں
"قبور کی تعمیر اور ان پر قُبّہ بنانے کا سبب یہ ہے کہ وہ باقی رہے اور زائرین اہلِ قبور کی زیارت کر سکیں اور قبّوں کے سایوں میں بیٹھ کر قرآنِ پاک اور اذکار شریفہ کو جاری رکھ سکیں۔ اگر قبور کا نشان نہ ہوگا تو مزارات کی زیارت کس طرح ہوگی۔ آگے چل کر بحوالہ "اصابہ فی احوال الصحابہ"، لکھتے ہیں

حضرت سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حکم بن العاص کا انتقال ہوا تو ان کی قبر پر گرمی میں خیمہ قائم کیا گیا --- الیٰ آخرہ (توضیح العقائد ص ۱۰۵)

حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شارح بخاری شریف اپنی کتاب "نظام شریعت" میں تحریر فرماتے ہیں "علماء و سادات کی قبروں پر قُبّہ وغیرہ بنانا جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں"۔ (نظام شریعت ص ۳۵۸)

حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری "تفسیر الحسنات" میں بحوالہ تفسیر "روح المعانی" تحریر فرماتے ہیں

"علامہ آلوسی لنتخذن علیھم مسجدا کے تحت فرماتے ہیں: واستدل بالآیۃ علی

جواز البناء علي القبور الصلحاء واتخاذ المسجد عليها و جواز الصلوٰة في ذالك (تفسیر الحسنات جلد ۳ ص ۹۱۶)

ترجمہ: اس آیتِ کریمہ سے جواز بناء اور تعمیر مسجد قبورِ صلحاء پر جائز ہونے کا استدلال کیا گیا ہے اور ادا نماز کی اباحت مانی ہے۔

ان تمام حوالوں اور اقوال علماء کرام سے بخوبی یہ بات واضح ہو گئی کہ اولیاء اللہ، مشائخ عظام، علماءِ کرام اور سادات و جملہ صلحاء کی قبور پر گنبد وغیرہ تعمیر کرنا شرعاً جائز ہے۔ کیونکہ مقصد اس سے صاحبِ قبر کی تعظیم کو لوگوں کی نگاہ میں قائم رکھنا ہے جو شرعاً پسندیدہ امر ہے اور باعث رضائے الٰہی ہے۔ اس لئے کہ محبوبانِ خُدا کی تعظیم سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اور اُن کے ساتھ بغض و عناد رکھنے سے اللہ تبارک و تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے۔ مشہور حدیث قدسی ہے

من عادي لي وليا فقد آذنته بالحرب

ترجمہ: جو کوئی میرے دوستوں سے عناد کرے انہیں ایذا پہنچائے تو میرے ساتھ لڑنے کو تیار ہو جائے --- العیاذ باللہ۔

اللہ تعالیٰ سے لڑنے کی مجال کس کو ہے۔ البتہ کچھ لوگ فی زمانہ ایسے پیدا ہو چکے ہیں جو اس وعید شدید کو خاطر میں نہیں لاتے اور آئے دن اولیاء، علماء و مشائخ عظام کی دشمنی میں مگن رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے --- آمین۔

اعتذار

شمارہ نمبر ۱۵۲-۱۵۳ میں صفحہ نمبر ۲۹ پر حضرت ابو البرکات سید حسن قادری گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سن ولادت ۱۰۲۳ھ کی بجائے ۱۰۲۲ھ غلطی سے چھپ گئی۔ ادارہ الحسن معزز قارئین سے اس غلطی پر معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)

تسبیحِ فاطمۃُ الزّہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا

جاوید حسن قادری

حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ایک غزوہ کے بعد بکثرت مال غنیمت آیا اور مسجدِ نبوی کے صحن میں رکھ دیا گیا۔ اس زمانے میں حضرت سیدۃ النساء سیدہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا کے ہاں بہت عسرت تھی۔ آپ کے ہاتھ مبارک چکی پیسنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے تھے جس کی وجہ سے گھر کے کام کاج کرنے میں تکلیف ہوتی تھی۔ جناب مولائے کائنات سیدنا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے لختِ جگرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ حالت برداشت نہ ہوئی تو آپ کرم اللہ وجہہ الکریم نے خاتونِ جنت سے کہا کہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں مالِ غنیمت آیا ہوا ہے جس میں غلام اور لونڈیاں بھی شامل ہیں، مناسب ہو کہ آپ دربارِ رسالت میں درخواست کریں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مالِ غنیمت میں سے کوئی لونڈی یا غلام آپ کو مرحمت فرما دیں تاکہ آپ کے ہاتھ جو چکی پیسنے کی وجہ سے زخمی ہو گئے ہیں ان کو آرام ملے۔

خاتونِ جنت سلام اللہ تعالیٰ علیہا اپنے شوہرِ محترم کے مشورے سے عین اس وقت جبکہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مسجدِ نبوی میں مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے مسجد نبوی میں پہنچیں اور ایک کونے میں دیدہ ہائے مردم سے دور حجاب میں کھڑی ہو گئیں۔ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھلا کون سی بات نہاں تھی، قرۃ العین کا آنا بھی ظاہر ہوا۔ شفقت بھری نگاہیں صاحبزادی کی طرف اُٹھیں۔ سیدہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے بابا جان کی نظرِ رحمت اثر کو ملتفت پا کر اپنے دونوں زخمی ہاتھ مبارک سامنے کر دیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے کمالِ شفقت سے زخمی ہاتھوں کا مشاہدہ فرمایا لیکن بدستور مالِ غنیمت تقسیم فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ سارا مال غنیمت جس میں لونڈیاں اور غلام بھی شامل تھے غرباء اور مستحقین میں تقسیم کر دیئے گئے۔ مالِ غنیمت کی تقسیم سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم خاتونِ جنت سلام اللہ تعالیٰ علیہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا "اے میری لختِ جگر! کیا تم اس چند روزہ دُنیاوی تکلیف کو آخرت کی ابدی راحتوں پر ترجیح دیتی ہو"۔ خاتون جنت نے عرض کیا "بابا جان! میری جان آپ پر قربان، ہرگز نہیں مجھے تو اس تکلیف

میں ہزاروں ابدی راحتوں کی لذّت حاصل ہے۔ مگر شوہر کے حکم کی تعمیل بھی تو آپ ہی۔ لازم قرار دی ہے"۔ سیّدہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا کے ان الفاظ کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "قرۃ العین! کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتا دوں کہ اللہ عزّ و جل تمہاری دُنیاوی تکالیف کو بھی دُور فرما دے اور آخرت میں تمہارے درجات بھی بلند فرمائے۔ خاتونِ جنت سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے فرمایا کہ بابا جان ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا "اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک! ہر فرض نماز کے بعد

۳۴ بار سُبْحَانَ اللّٰہ، ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اور ۳۴ بار اَللّٰہُ اَکْبَر پڑھ لیا کرو۔

جنابہ سیّدہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے اس تسبیح مقدسہ کو پڑھنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادِ گرامی کو اس طرح پُورا فرمایا کہ حورانِ جنّت کو اس فانی دُنیا میں سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی خدمت اور چکی پیسنے پر مامور فرمایا اور سبطین کریمین حضرات حسنین علیہما السلام کے جھولا جھُلانے کے لئے فرشتے مامور کئے گئے۔ اس تسبیح کو تسبیحِ زہرۃ کہتے ہیں۔ لازم ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد "تسبیح زہرۃ" اسی ترتیب سے پڑھی جائے۔

بقیہ: تفسیر القرآن الحسنیہؒ

کے گُناہوں کی بخشش ہو گی اور اس کو دوزخ سے نجات ملے گی اور اسے اس روزہ دار کی مانند اجر ملے گا کہ جس کے ثواب میں سے کچھ کم نہ ہو۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم میں سے اکثر روزہ دار کو افطار کروانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو اتنا ہی ثواب عطا فرماتا ہے اگرچہ روزہ دار کو ایک چلو دودھ یا ایک خُرمے یا ایک گھُونٹ بھر پانی سے روزہ افطار کراوئے اور جو کوئی روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلائے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو میرے حوضِ کوثر سے پانی پلائے گا۔ وہ پیاسا نہیں ہو گا یہاں تک کہ جنت میں داخل نہ کیا جائے اور یہ وہ مہینہ ہے جس کی پہلی دہائی حصول رحمت کا ذریعہ ہے اور درمیانی دہائی بخشش کا باعث اور آخری (تیسری) دہائی جہنم سے آزادی کا وسیلہ ہے اور جس شخص نے اپنے ماتحتوں سے کام لینے میں نرمی اختیار کی اللہ تبارک و تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اس کو جہنم کی آگ سے آزاد کر دے گا)۔ (جاری ہے)